بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد حسین قیصرانی

محمد سلیم اختر

عالم اسلام میں جدیدیت اور روایت کی کشمکش اور پرویز

کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کی طرف سے ایک مجلّہ ''جریدہ'' کے نام سے شائع ہوتا ہے جس کے شمارہ نمبر 29 کو ''غیر مطبوعہ کتابیں نمبر'' کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں چند دوسرے موضوعات کے ساتھ ساتھ ''عالم اسلام میں جدیدیت اور روایت کی کشمکش'' کے نام سے ایک طویل مگر بے ربط مقالہ بھی موجود ہے۔ اگرچہ ۲۵۸ صفحات پر مشتمل اس تحریر میں ۲۲ صفحات کتابیات (حوالہ جات) کے لئے مختص کئے گئے ہیں مگر باوجود کوشش کے قاری کے لئے ان حوالہ جات کا مضمون سے کوئی تعلق جوڑنا ناممکن ہے۔

''قرنِ اول سے عہد حاضر تک عالم اسلام میں جدیدیت اور روایت کی کشمکش'' کے مرتبین سید خالد جامعی اور عمر حمید ہاشمی صاحبان ہیں جنہوں نے استطاعت بھر بے حد محنت سے یہ علمی مواد جمع کیا ہے لیکن ایسے تحقیقی کام کے لازمی تقاضے کما حقہٗ پورے نہیں کئے۔ اس ضمن میں سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ مرتبین نے محقق سے زیادہ ''مفتی'' کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ حد یہ کہ ایسے نتائج اخذ کرتے وقت کوئی باقاعدہ حوالہ دینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ مقالہ پر تبصرہ کرنا ہمارے پیش نظر نہیں لیکن غلام احمد پرویز کے حوالہ سے ان کی کاوش کے ان حصوں کو زیر بحث لانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن کا تعلق تاریخ اور ریکارڈ کی درستی سے ہے۔ پرویز صاحب کی فکر سے اختلاف کا حق ہر ایک کو حاصل ہے کہ یہ ایک انسانی کاوش ہے اور اس میں سہو و خطا کا امکان ہوسکتا ہے لیکن ''فتوؤں'' کی تائید اس وقت تک کیسے ممکن ہے کہ جب تک ان کی کسی تحریر یا تقریر کا حوالہ نہ دیا جائے حالانکہ ان کا تمام علمی کام محفوظ اور دستیاب ہے۔ اوسط کے لحاظ سے اس مقالہ میں ہر تیسرے صفحے پر پرویز صاحب کا ذکر موجود ہے جبکہ ۳۰ سے زائد صفحات براہ راست پرویز صاحب کے حوالہ سے لکھے جانے کے

باوجود ۲۵۷ حوالہ جاتی کتب میں پرویز صاحب کی صرف اور صرف ایک کتاب سلیم کے نام خطوط شائع شدہ کراچی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ مرتبین نے اتنے بڑے تحقیقی کام اور اپنے اخذ کردہ نتائج کی بنیاد براہ راست مطالعہ پر نہیں رکھی۔ ذیل میں اس مقالہ سے چند مثالیں درج کر کے ہم ان کی حقیقت سامنے لائیں گے۔ مرتبین جریدہ کی تحریر سے جو حوالہ جات دیے گئے ہیں اس میں ربط اور روانی کی کمی ہے جسے علیٰ حالہ رہنے دیا گیا ہے۔

''غلام احمد پرویز نے معجزات سرسید کی وجہ سے چھوڑے۔ اشتراکیت افضل حق' عبیداللہ برکت اللہ بھوپالی' حسرت موہانی' حفیظ الرحمٰن سیوہاروی سے لی۔ تواترعمل احمد دین امرتسری کے تتبع میں چھوڑا۔ حدیثوں کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے کا فن اسلم جیراجپوری سے اخذ کیا۔ ربوبیت کی اصطلاح اور فلسفہ ابوالکلام سے لیا۔ شبلی نعمانی سے نثر کا اسلوب سیکھا' نیاز فتحپوری سے رنگینی بیان کا ہنر حاصل کیا' خطیبانہ اسلوب اور تحریر میں شعروں کو پرونے کا حسن الہلال' البلاغ اور غبار خاطر سے سیکھا۔ شریعت کے اندر بے مہار آزادی کا تصور مارٹن لوتھر کنگ سے کشید کیا مگر انہیں اسلامی تاریخ میں لوتھر کا مقام نہیں مل سکا لیکن اسلام میں انہوں نے بے شمار تحریفات کر ڈالیں۔ میراث کے مباحث احمد دین امرتسری سے سرقہ کئے لیکن کبھی حوالہ نہیں دیا۔ عقل کا انطباق مذہبی مسائل میں معتزلہ سے لیا لیکن معتزلہ کا تفقہ فی الدین نہیں اخذ کر سکے۔ مغربی فلسفے کے مباحث تعارفی کتابوں سے حاصل کئے لیکن اصل کتابوں سے بیگانہ رہے۔ علامہ تمنا عمادی اور جعفر شاہ پھلواری اور اسلم جیراجپوری سے عربی ماخذات سے استفادے کا طریقہ اور لغت کا فن سیکھا لیکن اس تبحر علمی سے محروم رہے جو توفیق الٰہی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ (صفحہ نمبر ۱۶۴)۔

پرویز صاحب کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ سب کچھ ماں کے پیٹ سے سیکھ کر آئے تھے یا معاذ اللہ ان پر وحی اترتی تھی' کسی ذی شعور کو زیب نہیں دیتا۔ خود انہوں نے بھی کبھی ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ جن مشاہیر ملت کا حوالہ مرتبین نے دیا ہے' ان میں سے چند ایک مثلاً سرسید احمد خانؒ' الہلال کے دور اول کا ابوالکلام آزاد' حافظ اسلم جیراجپوری اور معتزلہ کی چند خوبیوں سے متعلق پرویز صاحب نے اپنی جس عقیدت کا اظہار مختلف مواقع پر کیا وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ حافظ اسلم جیراجپوری' علامہ تمنا عمادی اور جعفر شاہ پھلواری کے تبحر علمی کے باوجود پرویز صاحب ان سے فہم قرآن میں کتنا آگے تھے' اس کا ذکر ذرا آگے چل کر آئے گا۔

پرویز صاحب نے اپنے کام کی بنیاد شخصیتوں پر رکھی ہی نہیں۔ یہ نکتہ سمجھ نہ آ سکنے کی وجہ سے اکثر محققین کو یہ

غلط فہمی لگتی ہے کہ پرویز صاحب کے کام میں شخصیات کے تذکرے نہیں ہوتے۔ انہوں نے بلاشبہ بے شمار لوگوں کی کاوشوں کو اپنے پیش نظر رکھا۔ قرآن فہمی کے حوالہ سے وہ اپنا دل و دماغ ہمیشہ کھلا رکھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی مفکر کے پیغام کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی فکر کے سرچشمہ کے متعلق صحیح معلومات حاصل کی جائیں۔ اس لئے کہ جب تک اس کی اصل حقیقت معلوم نہ ہو جائے جس سے اس کے فکر کی شاخیں پھوٹی ہیں' اس کے برگ و بار کی اہمیت اور ماہیت کا صحیح صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اکثر مفکرین اپنی اساس فکر کو اس طرح غیر معین اور مبہم چھوڑ جاتے ہیں کہ ان کے پیغام پر غور و فکر کرنے والوں کو اس اصل و اساس کے تعین میں بڑی دشواری پیش آتی ہے اور ان کے ناقدین حتیٰ کہ شارحین کی قیاسی سراغ رسانیوں سے یہ معمہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے پیغام پر ان قیاس آرائیوں کے اتنے دبیز پردے پڑ جاتے ہیں کہ حقیقت نگاہوں سے یکسر گم ہو جاتی ہے اور لوگ جسے ان مفکرین کا پیغام سمجھتے ہیں وہ ان کے ناقدین اور شارحین کی خیال آفرینیوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

اس حوالہ میں پرویز صاحب کی ہستی ممتاز نظر آتی ہے کہ انہوں نے اپنے فکر کے سرچشمہ اور اپنے پیغام کی اساس کو اس طرح واضح اور غیر مبہم طور پر بیان کر دیا ہے کہ اس میں کسی ظن و تخمین اور قیاس و گمان کی گنجائش ہی نہیں رہنے دی۔ لیکن۔۔۔۔ لیکن کراچی یونیورسٹی کے محققین کی لذت نکات آفرینی کہئے یا ذوق اعجوبہ پسندی کہ وہ تحقیق و جستجو میں سرگرداں اور حیراں اتنی بڑی لسٹ تیار کر لائے کہ پرویز صاحب کی فکر کے ماخذ کیا تھے اور انہوں نے کن کے افکار و خیالات سے اپنا فکر و فلسفہ پیش کیا تھا۔

پرویز صاحب کی فکر کی اساس ایک محکم اور مستقل حقیقت پر مبنی تھی۔ جن مشاہیر کے علم و فکر سے جو کچھ انہیں ''حقیقت ثابتہ'' کی تائید و تشریح میں نظر آیا جس پر ان کے فکر کی اساس تھی' انہیں تائیداً لے لیا۔ انہی مشاہیر علامہ تمنا عمادی' ابوالکلام آزاد' جعفر شاہ پھلواری' احمد دین امرتسری یا نیاز فتحپوری کی جو چیزیں خلاف حقیقت تھیں' ان پر بلا تکلف و تامل لکھنا اپنا فرض منصبی سمجھا۔ اپنی فکر اور اس کے سرچشمہ کے حوالہ سے پرویز صاحب نے کم و بیش ہر کتاب میں واضح طور پر لکھا کہ

> ''قوم کے سامنے جو سوال آتا ہے' قرآن کریم اور سیرت طیبہؐ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیتا ہوں اور جو کچھ مجھے وہاں سے ملتا ہے اسے بلا کم و کاست اور بلا لحاظ لومۃ لائم قوم کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ میں اپنی فکر کے نتیجے کو سہو و خطا سے

منزہ سمجھتا ہوں نہ اس پر اصرار کرتا ہوں کہ اسے ضرور قبول یا اختیار کیا جائے۔ میری زندگی کا مشن قرآنی فکر کا عام کرنا ہے''۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور' ۲۳ جولائی ۱۹۷۳ء۔صفحہ نمبر ۱۶)۔

''ہمارے پاس ایک کسوٹی (قرآن مجید) ہے جس پر ہر انسان کے خیالات ونظریات کو پرکھنا چاہئے۔ جو اس کے مطابق ثابت ہو' اسے صحیح تصور کرنا چاہئے۔ جو اس پر پورا نہ اترے اسے مسترد کر دینا چاہئے۔ میں نے یہی مسلک اختیار کر رکھا ہے''۔(تصوف کی حقیقت' ص ۲۵۸)۔

قرآن فہمی کے حوالہ سے جن ہستیوں سے پرویز صاحب نے کسب فیض کیا' انکا ذکر ملاحظہ فرمائیے۔

''جہاں تک امور شریعت کا تعلق ہے' میں نے حضرت علامہ اقبالؒ سے قرآن فہمی کا طریق اخذ کر لیا۔ اس کے بعد میں قرآن اور دین کے سلسلہ میں جو کچھ کر سکا ہوں' وہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔مجھ ذرۂ ناچیز پر ان کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جس سے میں کبھی عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔'' (تصوف کی حقیقت' صفحہ نمبر 'ک')

قرآن فہمی کے اصول بیان کرنے کے بعد پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ

''علامہ حمید الدین فراہیؒ نے اس طرز پر قرآنِ کریم کے افہام وتفہیم کی طرح ڈالی تھی اور کچھ الفاظ کے معنی بھی اس انداز سے متعین کئے تھے۔ اگر وہ قرآن کریم کا پورا لغت اس نہج پر مرتب فرما جاتے تو وہ بڑے کام کی چیز ہوتا۔ میں نے اپنے ظرف کے مطابق ان کی قرآنی بصیرت سے بھی استفادہ کیا ہے۔'' (لغات القرآن' پیش لفظ۔ص ۲۱)۔

''جی نہیں چاہتا کہ میں اس مقام پر' حبیب مکرم (سابق سفیر مصر) ڈاکٹر عبدالوہاب عزام (نور اللہ مرقدہ) کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھ جاؤں۔ انہیں عربی زبان پر جس قدر عبور اور قرآن سے جس قدر عشق تھا اس کا ان احباب کو بخوبی علم ہے جنہیں ان کو قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ کلام اقبال کی شرح اور ترجمہ کے سلسلہ میں میرے ان کے ساتھ برسوں تک گہرے تعلقات رہے۔ عربی ادب کے سلسلہ میں میں نے ان کے تبحر علمی سے جس قدر استفادہ کیا اس کی قدر و قیمت کا اندازہ میں ہی لگا سکتا ہوں .... افسوس ہے کہ علامہ اسلم جیراجپوریؒ لغت کی تکمیل سے پہلے انتقال فرما گئے۔ اگر وہ اسے ایک نظر دیکھ لیتے تو میرا پورا اطمینان ہو جاتا۔ اس انداز سے قرآن کو سمجھنے

والا مجھے آج کہیں نظر نہیں آتا۔ میرا فہم قرآن ان کی بصیرت فرقانی کا جس قدر رہین کرم ہے اس کے لئے میرا ایک ایک سانس ان کا سپاس گذار ہے۔ (لغات القرآن' پیش لفظ' ص ۲۱۔۲۲)۔

پرویز صاحب کے رشحات قلم کے حقیقی ماخذ کیا اور کون تھے' اس کی حقیقت سامنے لانے کے بعد ہم اس فتوے پر غور کرتے ہیں کہ ''مغربی فلسفے کے مباحث تعارفی کتابوں سے حاصل کئے لیکن اصل کتابوں سے بے گانہ رہے''۔

حسبِ معمول اس دعوے پر بھی کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ پرویز صاحب کی کتاب ''انسان نے کیا سوچا؟'' بالخصوص اور Islam: A Challenge to Religion بالعموم اس پر دال ہیں کہ وہ مغربی فلسفہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ شائبہ انہیں پرویز صاحب کے ایک خط بنام جعفر شاہ پھلواری (جو ذرا آگے چل کر سامنے آئے گا) سے ہوا ہو جس میں وہ لکھتے ہیں۔

''مغربی فلاسفرز جس باب میں زیادہ آگے ہیں اس کا تعلق فلسفہ مابعد الطبیعات سے ہے۔ اسے اپنی کتاب میں جگہ ہی نہیں دی۔ اس لئے کہ اس کتاب کا تعلق انسانی زندگی کے مسائل (Problems) سے ہے اور مابعد الطبیعات کی بحثیں نظری ہوتی ہیں۔ جس جس گوشے کے متعلق میں نے کتاب میں اقتباسات دیئے ہیں ان میں ان اقتباسات سے آگے میری نظر سے کچھ نہیں گذرا۔ قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان مفکرین کا فقط رعب ہی رعب ہے۔''

ان اقتباسات سے آگے نظر سے نہ گذرنا سے مراد ہے کہ انسانی فکر و فلسفہ نے ان شعبوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اگلا فقرہ کہ ''ان مفکرین کا فقط رعب ہی رعب ہے'' اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کی نظر اور مطالعہ میں مغربی فلاسفرز کا کام رہتا ہے۔ مغربی فلاسفرز کے حوالہ سے پرویز صاحب کی ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' سابق وائس چانسلر' پشاور یونیورسٹی اور جناب خالد اسحٰق ایڈووکیٹ کے ساتھ خط و کتابت سامنے آئے گی تو صحیح اندازہ لگایا جا سکے گا۔ اپنی کتاب ''انسان نے کیا سوچا؟'' کے ص نمبر ۱۵ پر لکھتے ہیں۔

''میں نے انسانی زندگی کے اہم مسائل میں سے ایک ایک مسئلہ کو لیا اور یونان کے فلاسفروں سے لے کر اس وقت تک' ان کے متعلق مختلف آئمہ فکر نے جو کچھ کہا ہے اس کا بغائر مطالعہ کیا۔ اس طرح ایک ایک مسئلہ کے متعلق انسانی فکر کے اہم گوشے میرے سامنے آ گئے۔ اس کے بعد میں نے انسانی فکر کی اس اڑھائی ہزار سال کی کدو

کاوش کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں کیا (یا قرآن کا مطالعہ اس فکر کی روشنی میں)''۔

مرتبین جریدہ نے پرویز صاحب پر ایک الزام یہ بھی لگایا ہے کہ ''غلام احمد پرویز اس امت کی تاریخ میں پہلے آدمی ہیں جنہوں نے قرآن کی اصطلاحات کا ترجمہ کیا اور ترجمہ بھی اپنی مرضی سے۔ امت کے علماء نے قرآن کی اصطلاحات کا کبھی ترجمہ نہیں کیا اور اصطلاحات کا ترجمہ ممکن ہی نہیں''۔ (ص نمبر۱۶۴)۔

اپنے اس الزام کے لئے بھی نہ کوئی حوالہ دینے کی ضرورت سمجھی گئی اور نہ ہی کوئی مثال کہ قرآن کی کس اصطلاح کا ترجمہ پرویز صاحب نے کیا۔ اگر کوئی مطالعہ کئے بغیر ''تحقیق'' کرے گا تو ایسی ہی بے بنیاد، غیر متعلق اور ناقص معلومات بہم پہنچائے گا۔ قرآن کریم کی اصطلاحات تو کجا، پرویز صاحب قرآن کریم کے الفاظ و آیات کا ترجمہ کرنے کے حق میں کبھی نہیں رہے بلکہ اپنے اس موقف کے حق میں انہوں نے بیسیوں صفحات لکھے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

''حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ، خواہ وہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کیوں نہ ہو، قرآنی مفہوم کو واضح کر ہی نہیں سکتا۔۔ حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کے الفاظ کی جگہ، خود عربی زبان کے دوسرے الفاظ رکھ دیئے جائیں، تو بھی بات کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔ قرآن کریم کا انداز اور اسلوب بالکل نرالا ہے۔ یہ اپنی مثال آپ ہے۔ الفاظ تو اس کے عربی زبان کے ہیں لیکن ان میں جامعیت اس قدر ہے کہ ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لے سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی ترتیب میں ردو بدل کرنے سے، وہ بات باقی رہ سکتی ہے۔ اس لئے، قرآن کریم کے ترجمہ میں اس کا پورا پورا مفہوم آ نہیں سکتا۔ (مفہوم القرآن۔ تعارف۔ ص۱۹)۔

ذرا آگے چل کر اپنے اس نکتہ نظر کی تائید میں امام ابن قتیبہؒ کی کتاب القرطین صفحہ نمبر۱۶۳، جلد دوم سے قرآن کریم کی مختلف آیات کا حوالہ دیا۔ مثلاً واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء (۸/۵۸)۔ آپ قیامت تک ایسے الفاظ مہیا نہیں کر سکتے جو ان معنوں کو ادا کر دیں جو اس آیت میں ودیعت ہیں۔ بجز اس کے کہ آپ اس نظم و ترتیب کو توڑ کر الگ الگ چیزوں کو ملائیں اور جو چیزیں اس میں ودیعت کی گئی تھیں، انہیں اس طرح ظاہر کر دیں اور یوں کہیں کہ ''اگر تمہارے درمیان اور کسی قوم کے درمیان صلح اور معاہدہ ہو، اور تمہیں ان سے خیانت اور نقض عہد کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں بتا دو کہ جو شرائط تم نے ان کے لئے، منظور کی تھیں، تم

نے انہیں توڑ دیا ہے' اوراس کے ساتھ ہی ان کے خلاف اعلان جنگ بھی کردو تا کہ تم اور وہ دونوں نقض عہد کو جان لینے میں برابر سرابر ہو جاؤ''۔

''ایسے ہی قرآن کریم کی ایک دوسری آیت ہے۔

فضرب نا علیٰ اذانهم فی الكهف سنين عددا (۱۱/ ۱۸)۔

اگر آپ چاہیں کہ اس مضمون کو کسی دوسری زبان کے الفاظ میں منتقل کر دیں تو اس سے وہ مضمون قطعاً نہیں سمجھا جا سکے گا جو ان الفاظ سے سمجھا جاتا ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ہم نے انہیں چند سال تک سلائے رکھا'' تو اب بھی آپ نے مضمون کا ترجمہ کر دیا' مگر الفاظ کا ترجمہ نہیں کر سکے۔

والذين اذا ذكروا بايات ربهم لم يخروا عليها صما و عميانا (۲۵/۷۳)۔

اگر آپ اس آیت کا ترجمہ' اس کے الفاظ کے مطابق کریں گے تو وہ ایک مغلق بات بن جائے گی اور اگر آپ یوں کہیں گے کہ ''وہ لوگ اس سے تغافل نہیں برتتے'' تو اس سے آپ نے مضمون کو دوسرے الفاظ میں ادا کر دیا۔ ترجمہ نہیں کیا۔

اب ذرا اس صاف اور سیدھی سی آیت کو لیجئے۔

انا نحن نحی و نمیت والینا المصیر (۵۰/۴۳)۔

دنیا کی کسی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے دکھائیے۔ اس کے چھ الفاظ میں' جو پانچ مرتبہ ''ہم'' (We) کی تکرار ہے' اسے کون سی زبان ادا کر سکے گی؟''

اب ہم قرآنی اصطلاحات کے متعلق پرویز صاحب کے نظریات کو سامنے لاتے ہیں۔

''قرآن فہمی کے سلسلہ میں' سب سے اہم سوال' قرآنی اصطلاحات کے صحیح مفہوم کا تعین ہے۔ کوئی فن یا موضوع ہو' اس میں اصطلاحات کی حیثیت بنیادی اور کلیدی ہوتی ہے اور جب تک ان اصطلاحات کا صحیح تصور سامنے نہ آئے' متعلقہ موضوع یا فن سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اصطلاحات کے الفاظ تو اسی زبان کے ہوتے ہیں جس میں باقی کتاب لکھی گئی ہو' لیکن ان کا مفہوم بڑا جامع اور مخصوص ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو الفاظ' اصطلاحات کے لئے استعمال کئے جائیں' ان کے معانی کا اصطلاحات کے معانی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا' ایسا نہیں ہے۔ اصطلاحات کے معانی کی بنیاد' ان الفاظ کے معانی ہی پر رکھی جاتی ہے' البتہ ان کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی اصطلاحات اس طرح وضع کی ہیں اور ان کے معانی کی خود ہی وضاحت کر

دی ہے۔ان معانی کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ان الفاظ کے بنیادی معانی کو سمجھا جائے جن سے وہ اصطلاحات وضع کی گئی ہیں۔اس کے بعد' قرآن کریم کے ان تمام مقامات کو سامنے لایا جائے جن میں وہ اصطلاحات آئی ہیں۔ایسا کرنے سے ان کے معانی واضح طور پر سامنے آجائیں گے''۔ (مفہوم القرآن۔ تعارف۔ص۲۴)۔

لغات القرآن کے پیش لفظ میں قرآنی الفاظ و اصطلاحات کے مفہوم (نہ کہ ترجمہ) متعین کرنے کی بحث کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

''یہ کتاب (قرآن کریم) زندگی کے ان اصولوں کا ضابطہ ہے جن میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا اور جن کی صداقت پر ہمارا ایمان ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا صحیح مفہوم یقینی طور پر ہمارے سامنے آجائے۔ تنہا لغت سے یہ نہیں ہوسکتا۔لغت انسانی کوششوں کا نتیجہ ہے جس سے سہو وخطا اور خارجی اثرات کا امکان بہرحال باقی رہتا ہے۔علاوہ بریں' قرآن کریم نے بعض الفاظ کو اصطلاحات کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ اصطلاحات اس قدر جامع ہیں کہ تنہا لغت سے وہ عظیم تصورات سامنے نہیں آسکتے جنہیں قرآن نے ان الفاظ میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔مثلاً صلوٰۃ' زکوٰۃ' تقویٰ' ایمان' اسلام' کفر' فسق' فجور' دنیا' آخرت وغیرہ۔ان اصطلاحات میں قرآنی تعلیم کے بنیادی تصورات بڑی جامعیت سے سمو دیئے گئے ہیں' ان کی اس جامعیت کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ جوں جوں انسانی علم کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے ان کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے''۔

اس ساری تفصیل کو سمیٹیں تو خلاصہ یہ ہے کہ

''جن الفاظ کو قرآن کریم نے بطور اصطلاحات استعمال کیا ہے' ان کا مفہوم بھی قرآن کریم سے متعین کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ان جامع اصطلاحات سے' اپنی تعلیم کے کس قسم کے تصورات (Concepts) پیش کرتا ہے۔۔۔۔

اس پروگرام کے مطابق میں نے قرآنی مفردات کے معانی متعین کرنے کے لئے تحقیق شروع کی' اور مدت دراز کی مسلسل محنت کے بعد' ایک ایسا جامع لغت مرتب کیا جس میں ہر لفظ کا مفہوم' نہایت وضاحت سے سامنے آجاتا ہے۔ بعض مقامات پر ایک لفظ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے' دس دس' بارہ بارہ' صفحات درکار ہوئے''۔ (مفہوم القرآن۔ تعارف۔ ص۲۲)۔

اس وضاحت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنی الفاظ ہوں یا اصطلاحات' پرویز صاحب کے پیش نظر ان کے خودساختہ ترجمہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ معاملہ کتنا

سنجیدہ تھا' اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب پرویز صاحب کے لئے اپنا پیغام دنیائے مغرب میں پہنچانے کا مرحلہ آیا تو ان کے لئے یہ مشکل دوچند ہوگئی کہ قرآنی اصطلاحات کو انگریزی میں کیسے ڈھالا جائے۔ انہوں نے قرآن کریم کے ترجمہ کی مشکلات کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد لکھا:

We have already indicated in the Introduction that most of the terms and phrases used in the Quran in relation to its teachings and the system that it stands for cannot be properly translated into English or any other language. In the present work, therefore, we have not tried this almost impossible task; instead, we have used the original Arabic terms and phrases wherever we apprehended that their meaning might be distorted in the process of translation.

(Islam: A Challenge to Religion, Page 21).

اس کے بعد اس موضوع پر کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے۔

لغات القرآن کی خفیہ کہانی

اس موضوع پر مرتبین نے پرویز صاحب اور جعفر شاہ پھلواری صاحب کے درمیان خط و کتابت میں سے صرف پرویز صاحب کے خطوط شائع کر کے اپنے عجیب و غریب اور تعصب پر مبنی نتائج نکالنے کی کوشش کی ہے۔ بہتر ہوتا کہ محترم جعفر شاہ پھلواری کے پرویز صاحب کے نام خطوط بھی اس موقع پر سامنے لائے جاتے۔ اس سے قاری بخوبی اندازہ لگا لیتا کہ اصل معاملہ کیا تھا اور پرویز صاحب کس طرح مقام بلند پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ریکارڈ کی درستی کے لئے یہ خطوط آئندہ صفحات میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس مقام پر چند اہم نکات کی وضاحت ضروری ہے جو مرتبین جریدہ نے اٹھائے ہیں۔

''لغات القرآن کی خفیہ کہانی'' کے زیرعنوان درج ''تحقیق'' ملاحظہ فرمائیے۔

> ''۱۹۵۰ء میں جب پرویز صاحب لغات القرآن مرتب کر رہے تھے اور اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ تحریف کا دروازہ کھول رہے تھے لہٰذا ان کی خواہش تھی کہ ان تحریفات کو مختلف مکاتب فکر کی تائید' توثیق اور سند حاصل ہو جائے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں: 'لغات القرآن طباعت سے پہلے کسی ادبی اور نحوی کو دکھایا جائے تاکہ قدامت پسند طبقہ مطمئن ہو جائے اور ان کے اطمینان سے اس کا افادی دائرہ وسیع ہو جائے لیکن اتنی کوشش کے باوجود مجھے ابھی تک اس میں کامیابی نہیں ہوسکی۔ موزوں حضرات کی زرطلبی

میری وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔
مولانا ابوالبرکات بڑے ادیب اور نحوی مشہور ہیں ان سے بات کر کے دیکھئے اس لغت میں ان کے کرنے کا کام زیادہ نہیں ہوگا مقصد صرف ان کے سرٹیفکیٹ سے ہے دوسرا نام ناظم ندوی کا لیا جاتا ہے۔ اگر آپ ان سے واقف ہیں تو ان سے پوچھ کر دیکھئے۔''
لہٰذا انہوں نے کوشش کی کہ لغات القرآن کو اکابر علماء دیکھ لیں لہٰذا سب سے پہلے اسلم جیراج پوری صاحب کو اس کے ابتدائی صفحات دکھائے گئے لیکن انہوں نے اتفاق نہیں کیا اور بہت ساری ترامیم تجویز کیں' اس کے بعد عمر احمد عثمانی صاحب کے ذریعے لغات القرآن کے صفحات علامہ عبدالعزیز میمن کو بھیجے گئے۔ عبدالعزیز میمن اہل حدیث تھے انہوں نے مسودے کی تصحیح سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں جہنم میں نہیں جانا چاہتا۔ البتہ انہوں نے سفارش کی کہ یہ مسودہ طلحہ حسنی کو دکھا دیا جائے (تاکہ وہ جہنم میں جائیں۔ ا۔ح۔ق)۔ اس کے بعد یہ مسودہ علامہ تمنا عمادی کو بھیجا گیا' تمنا عمادی عبقری اور فاضل اجل تھے انہوں نے بال کی کھال نکالنی شروع کی۔ ایک ایک اعتراض پر وہ اپنے باریک خط میں پچاس سو صفحے کے دلائل تحریر فرما دیتے۔
پرویز صاحب نے تمنا عمادی کی اصلاحات پر یہ تبصرہ کیا کہ وہ ایک صفحے کے بارے میں ڈیڑھ دو سو صفحات لکھتے تھے علم کا جوار بھاٹا تو ہوتا تھا لیکن اس میں صرف دو تین سطریں میرے کام کی ہوتی تھیں۔ لہٰذا ان سے مسودے کی تصحیح کا ارادہ ترک کر دیا گیا علامہ عبدالرحمٰن کاشغری ندوی جو ندوۃ العلماء میں جعفر شاہ پھلواری کے ساتھ پڑھے تھے اور عربی زبان کے زبردست عالم تھے ان سے معاوضے پر لغات القرآن کی تصحیح کی استدعا کی گئی لیکن انہوں نے' معاوضہ اتنا زیادہ طلب کیا کہ پرویز صاحب اس بار کی تاب نہ لا سکے۔ لاہور کے مولانا غلام مرشد کو بھی لغات القرآن دکھائی گئی لیکن انہوں نے بھی اس کی تصحیح سے انکار کیا۔ Oriental College لاہور کے استاد اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کے پھوپھا مولانا سید طلحہ حسنی سے لغات القرآن پر نظر ثانی کی درخواست کی گئی لیکن یہ درخواست رد کر دی گئی۔ مولانا ناظم ندوی استاد شعبۂ ادب وتفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے نظر ثانی کے لئے رابطہ کیا گیا' لیکن انہوں نے بھی انکار کیا۔ عبدالرحمٰن طاہر سورتی سے بھی نظر ثانی کی کوشش کی گئی اس

میں بھی کامیابی حاصل نہ ہوسکی آخر کار مجبور ہو کر غلام احمد پرویز صاحب نے مولانا جعفر شاہ پھلواری سے درخواست [1] کی کہ وہی ایک ہم خیال ہیں لہٰذا وہ معاوضے پر اس لغات کی تصحیح اور نظر ثانی کریں۔

جعفر شاہ صاحب سے پرویز صاحب کو اختلاف تھا وہ الہام کے قائل تھے پرویز صاحب نہیں تھے انہیں ان سے مولویت کی بو آتی تھی انہیں شکوہ تھا کہ ان کی تحریریں عقیدتاً نہیں مصلحتاً سیاستاً لکھی جاتی ہیں ادارہ ثقافت اسلامیہ کی حکمت عملی غالب ہے ان کا خیال تھا کہ عمر بھر کے مسلک کے ماتحت جو اثرات (پھلواری) کے عمق قلب میں تہہ نشین ہیں ان سے نکلنے کے لئے وقت درکار ہے ان کی خواہش تھی کہ شاہ صاحب طلوع اسلام میں کام کریں اس کے لئے عرشی صاحب سے خط و کتابت بھی کی۔ پرویز صاحب ایک خط میں پھلواری صاحب کو لکھتے ہیں ان کا انداز تحریر پرویز صاحب کو پسند تھا۔

''مروجہ عقائد تصورات سے ہٹ کر لکھنے والے انہیں نہیں مل سکے۔''ابن آدم' ابن اسلام' مولانا تمنا سے آگے کوئی دکھائی نہیں دیتا''۔ لغات القرآن پر نظر ثانی کے لئے کوئی تیار نہ ہوا تو جعفر شاہ پھلواری کو پرویز صاحب نے لکھا''اب یہی ہوسکتا ہے کہ ہم آپ مل کر کچھ کریں۔ اب اگر آپ اسے ایک نظر دیکھ لیں تو اپنا اطمینان ہو جائے گا اس کا معاوضہ بھی آپ کو دیا جائے گا۔

''آخر کار جعفر شاہ پھلواری کو یہ صفحات اس جذبے کے ساتھ دیے گئے۔''آپ اس مسودہ میں ترمیم تنسیخ حک و اضافہ ریمارکس سب کچھ کر سکتے ہیں بہتر ہے کہ جو کچھ لکھیں سرخ روشنائی سے لکھیں اور پہلے سرخ روشنائی میں ریمارکس کاٹ دیں''۔

جعفر شاہ صاحب کو تمام اختیارات دیے گئے انہوں نے مسودہ صاف کیا تصحیح کی اضافے کیے تمنا عمادی سے بھی مدد لی۔

جعفر شاہ نے معاوضہ لیا یا نہیں معلوم نہیں حتمی طور پر ہو سکا لیکن ان کی خواہش تھی کہ ان کا نام بھی اس لغات میں شامل ہو پرویز صاحب نے یہ خواہش رد کر دی......۔

غلام احمد پرویز صاحب مولانا جعفر شاہ پھلواری سے بعض اختلافات کے باوجود ان کے علم و فضل پر اس قدر اعتماد کرتے تھے کہ انہوں نے پھلواری صاحب کو مکمل اختیار دیا تھا کہ وہ لغات القرآن مسودے میں جو اصلاح کرنا چاہیں کر دیں لیکن

[1] جعفر شاہ پھلواری صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ معاوضہ پر یہ کام کرنے کی خواہش کا اظہار خود انہوں نے ہی کیا تھا۔(ا۔ح۔ق)

دوسری جانب جب جعفر شاہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کا نام بھی اس لغات پر لکھ دیا جائے تو پرویز صاحب نے انکار کر دیا۔ [دونوں کے بعض قریبی احباب کا خیال ہے کہ معاوضہ دینے کے بعد نام کا مطالبہ بے معنی تھا]۔ لیکن پرویز صاحب نہایت متوازن اور خلیق انسان تھے لہٰذا انہوں نے یہ انکار بھی نہایت خوبصورتی و شائستگی وعمدگی سے کیا انہوں نے خط میں لکھا:

''لغات القرآن میں آپ کا یا اپنوں میں سے کسی اور کے نام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نام دینے کا سوال صرف اس مصلحت کی بنا پر سامنے آیا تھا جس کا آپ نے ذکر کیا تھا جب اس قسم کا آدمی نہ مل سکا تو پھر کسی کے نام دینے کی ضرورت نہیں رہتی آپ کو تکلیف دینے سے میرا مطلب صرف یہ تھا کہ مجھے اس کا اطمینان ہو جائے کہ اپنوں میں سے کسی نے اسے ایک نظر دیکھ لیا ہے...... جس طرح کتاب کے پروف ایک سے زیادہ نگاہوں سے گزر جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے''۔ یعنی جعفر شاہ کے کام کی حیثیت حروف چینی (پروف ریڈنگ) سے زیادہ نہیں تھی''۔(جریدہ (۲۹) ص ۱۶۵ تا ۱۶۷)

اس کہانی سے چند اہم حقائق سامنے آتے ہیں۔ سو ہم ان امور کا ترتیب وار تجزیہ کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تحریفات کا دروازہ کھولنے کے الزام کا جواب خود پرویز صاحب سے لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ

''اعتراض کیا جاتا ہے کہ میں نے قرآن کریم کو بالکل نئے معنی پہنا دئے ہیں۔ بعض حضرات تو جوش مخالفت میں یہاں تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے ''دین میں تحریف'' قرار دیتے ہیں۔ اوراس کے لئے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ میں نے مروجہ مفہوم سے اختلاف کیا ہے۔۔۔ اس ضمن میں سب سے پہلے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ قرآن کریم کی آیات کا مفہوم ہے' ان کا ترجمہ نہیں۔ اور ترجمہ اور مفہوم میں جو فرق ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ یہ عربی لغت اور قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ مروجہ تراجم بھی سب کے سب ایک دوسرے کے مطابق نہیں۔ ان میں بھی باہمی اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر دو (مستند) تراجم کو لیجئے۔ شاہ عبدالقادرؒ کے مشہور ترجمہ قرآن کریم میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم نے ترمیم کی اور مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس پر حواشی لکھے۔ گویا یہ ترجمہ' اتنے بڑے پایہ کے تین علماء کرام کے نزدیک صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

اس میں، سورۂ بقرہ کی آیت
وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت (۲/۱۰۲) کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔
(اور اس علم کے پیچھے ہو لئے) جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں۔
اس ترجمہ کی رو سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ ہے کہ بابل میں دو فرشتوں پر کچھ نازل ہوا تھا۔
دوسرا ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا لیجئے۔ اس میں اس آیت کا ترجمہ یہ دیا ہے۔
یہ بھی صحیح نہیں کہ بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اس طرح کی کوئی بات نازل ہوئی تھی۔
اس ترجمہ سے ظاہر ہوا کہ بابل میں ہاروت اور ماروت فرشتوں پر کچھ نازل نہیں ہوا تھا۔
یہ دونوں ترجمے ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں بلکہ ان میں باہمی تضاد ہے۔ اگر اس تضاد کے باوجود، ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تو مفہوم القرآن کے بعض مقامات کا، موجودہ تراجم سے اختلاف، موجب اعتراض کیوں سمجھا جائے؟۔۔۔۔ میں ارباب بصیرت سے عرض کروں گا کہ وہ مفہوم القرآن کا غائر نگاہ سے مطالعہ کریں، اور اگر ان کی دانست میں کوئی مقام ایسا ہو جو عربی لغت یا قرآنی تعلیم کے خلاف جاتا ہے تو مجھے مطلع فرمائیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں گا اور ان کے اعتراض پر پوری توجہ دوں گا۔''
(مفہوم القرآن۔ تعارف۔ ص۲۴ تا ۲۶)۔

پرویز صاحب کی قطعاً ایسی کوئی خواہش نہیں تھی کہ لغات القرآن کو مختلف مکاتب فکر کی تائید، توثیق اور سند حاصل ہو جائے۔ ہمیں افسوس ہے کہ مرتبین نے پرویز صاحب کے خط کے مندرجات صحیح درج نہیں کئے۔ ''لغات القرآن طباعت سے پہلے کسی ادبی اور نحوی کو دکھایا جائے'' کے بجائے خط کے اصل الفاظ یوں ہیں۔ ''لغات القرآن کی طباعت سے پہلے کسی ''ادبی اور نحوی'' کو دکھانے کی تجویز سے میں شروع ہی سے متفق ہوں''۔ (پرویز صاحب کا خط بنام جعفر شاہ پھلواری، ص ۱۷۰، جریدہ)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تجویز جعفر شاہ پھلواری ہی کی تھی جس سے پرویز صاحب نے اس کی افادیت کی وجہ سے اتفاق کیا۔ اس تجویز کی تفصیل جعفر شاہ صاحب کے خطوط میں کھل کر سامنے آجائے گی۔ اپنے ۸/۱۹ کے خط میں پرویز صاحب نے مزید صراحت کے ساتھ لکھا کہ ''میری لغات القرآن کا معاملہ ابھی تک

وہیں کا وہیں ہے۔ مولانا کاشغری صاحب اسے دیکھنے پر آمادہ ہوئے تو ایسی شرائط کے ساتھ جس کا پورا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے سولہ روپیہ فی صفحہ معاوضہ مانگا۔ کتاب قریب دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ یعنی تیس ہزار روپے معاوضہ! لہٰذا وہ خیال چھوڑ دینا پڑا اور کوئی کام کا آدمی ملا نہیں یا وہ رضامند نہیں ہوا۔ لہٰذا آپ کے پیش نظر جو مقصد تھا (کہ کسی مشہور لغوی یا نحوی کا نام اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو مفید ہوگا) وہ پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ (جریدہ (۲۹) صفحہ نمبر ۱۷۸، ۱۷۹)۔

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ کس کی خواہش اور تجویز تھی۔ اس سے مقصود صرف اتنا ہی تھا کہ:

''لغات القرآن میں آپ کا یا اپنوں میں سے کسی اور کے نام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' نام دینے کا سوال صرف اس مصلحت کی بنا پر سامنے آیا تھا جس کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ جب اس قسم کا آدمی نہیں مل سکا تو پھر کسی کے نام دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ کو تکلیف دینے سے میرا مطلب اتنا ہی ہے کہ مجھے اس کا اطمینان ہو جائے گا کہ اپنوں میں سے کسی نے ایک نظر دیکھ لیا ہے۔ بعینہٖ جس طرح کتاب کے پروف ایک سے زیادہ نگاہوں سے گزر جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس میں جہاں تک لغات کا حصہ ہے وہ احتیاط سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں شاید ہی کوئی مقام تصحیح طلب نکلے۔ باقی رہا اس کا قرآنی حصہ تو اس سے بالکلیہ شاید کوئی متفق نہ ہو۔ اس میں میں اپنوں سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے ذہن میں کس قسم کے اعتراضات آتے ہیں۔ میں نے اس وضاحت کو اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آپ کے سامنے پوزیشن صاف ہو جائے۔ (جریدہ (۲۹) ص ۱۸۳)۔

اتنی وضاحت کے بعد بھی بھلا اس بات کی کوئی گنجائش ہے کہ پرویز صاحب کے پیشِ نظر کسی کی تائید' توثیق اور سند حاصل کرنا تھی؟ پرویز صاحب کو اپنی کتابوں' نظریات اور فکر کے لئے کسی مولوی' علامہ یا مولانا سے توثیق یا سند کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ تمام عمر اس کوشش میں مصروف رہے کہ ان کی فکر کو قرآن کریم کی تائید' توثیق اور سند حاصل ہو جائے۔ جعفر شاہ پھلواری صاحب یا کسی اور صاحب علم سے انہیں اتنا تعاون درکار تھا کہ ''اس نگاہ سے دیکھئے کہ مخالفین کے سامنے جائے تو وہ لغات القرآن سے بے شک اختلاف کریں لیکن کسی علمی سقم کی گنجائش نہ پا سکیں''۔ (جریدہ (۲۹) ص ۱۸۰)۔

لغات القرآن کی کہانی کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عظیم کام پرویز صاحب نے ذاتی طور

پر کیا ہے۔ اس کی مکمل تیاری کے بعد جعفر شاہ پھلواری صاحب کی تجویز پر کئی صاحبانِ علم سے نظر ثانی کے لئے کہا گیا تاکہ لغت یا نحو کے حوالہ سے کوئی سقم رہ گیا ہو تو اس پر مشورہ دیں۔ اس ضمن میں علامہ اسلم جیراجپوری، مولانا غلام مرشد، طلحہ حسنی، مولانا ناظم ندوی، عبدالرحمٰن طاہر سورتی کے متعلق مرتبین کا دعویٰ (بغیر کسی حوالہ کے) ہے کہ انہوں نے لغات القرآن پر نظر ثانی کے حوالہ سے کوئی کام نہیں کیا تاہم علامہ تمنا عمادی کے کام کو پرویز صاحب نے رد کر دیا۔ اس سے ایسے تمام ''محققین'' کی قلعی کھل گئی جو ''لغات القرآن'' کی تدوین کے سلسلہ میں کئی نام شامل کرتے ہیں۔

بے جا نہ ہو گا کہ ہم یہاں پر رحمت اللہ طارق (مرحوم) کی کتاب ''برہان القرآن'' کا ذکر بھی کر دیں کہ جس میں حوالہ جات درج کرتے ہوئے بعض جگہوں پر انہوں نے لکھا ہے۔

''لغات القرآن کے مصنفین علامہ طاہر سورتی، علامہ پرویز اور علامہ عمر احمد عثمانی'' (ص ۷۸۶)۔

اس ضمن میں جب ان سے پوچھا گیا کہ

''آپ سے گذارش اور التماس ہے کہ لغات القرآن کے بارے میں یہ تین مصنفین کی بات وضاحت سے بیان فرما دیں۔ میرے علم کے مطابق تو ایک وقت جبکہ علامہ طاہر سورتی اور علامہ عمر احمد عثمانی حیات تھے تو اس وقت یہ بات چلی تھی اور علامہ طاہر سورتی اور علامہ عمر احمد عثمانی نے اس بات کی تصدیق نہیں بلکہ تردید فرمائی تھی۔ (ڈاکٹر محمد سعید کا خط بنام محترم رحمت اللہ طارق، ۲۶ جون ۱۹۹۸ء)۔

اس کے جواب میں طارق صاحب نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اعتذار پیش کیا۔

''میں آپ کی وسعتِ ظرف کا مداح ہوں کہ آپ نے میری بڑی کج ادائی کو کھلے دل سے برداشت کیا اور ملامت و مذمت کی بجائے صرف وضاحت چاہنے پر اکتفا کیا۔ میں شرمندہ ہوں کہ میرے ارتعاشِ قلم نے کئی دلوں کو دکھایا اور وہ جو حسن ظن مجھ سے رکھتے تھے وہ مجروح ہو کر رہ گیا جبکہ محسنوں کی ناراضگی کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو سکتی۔ میں تمام عمر حضرت علامہ پرویز کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے وقف کرتا رہا۔ میری ایک غیر ارادی لغزش نے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ میں ہر ایک سے یہی کہتا رہا اب کہتا ہوں اور آئندہ بھی کہتا رہوں گا کہ رواں صدی میں قرآن فہمی کا جو اسلوب یا ابلاغ معانی کا جو طریقۂ کار علامہ مرحوم نے اپنایا اس کی نظیر گذشتہ

کئی صدیوں میں ملنا محال ہے۔ بلاشبہ ابلاغ قرآنی کے وہ واحد دانشور تھے جن کے قد و کاٹھ کا دانشور ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ غرضے کہ علامہ سے اتنی عقیدت ان کے گوشت پوست کی وجہ سے نہیں خدمتِ قرآن کی وجہ سے تھی اور رہے گی۔ اب ایسے عقیدت مند کی ایک غیر ارادی حرکت کے باعث خیال کرنا کہ میں نے دانستہ تنقیص کا پہلو نکالا ہے، میرے بارے میں زیادتی ہے۔

میں نے علامہ کی معراج انسانیت طبع اول، شاہکار رسالت اور لغات القرآن کو ہمیشہ اعلیٰ معیار کی تصانیف کی حیثیت سے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔ مجھ سے توقع رکھنا کہ میں دانستہ کج ادائی کر بیٹھا ہوں کچھ بجا نہیں ہے۔ غیر ارادی حرکت تھی جس کی اصلاح ہو سکتی تھی مگر میں نے آخری مرحلے تک اس کی سنگینی کا احساس نہیں کیا تاہم غنیمت ہے کہ مجھے میری زندگی ہی میں تنبیہہ کی گئی اور میں نے کسی پس و پیش کے بغیر صرف اعتذار پیش کر دیا''۔ (ڈاکٹر محمد سعید کے نام محترم رحمت اللہ طارق کا خط، مورخہ یکم جولائی ۱۹۹۸ء)۔

جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ مرتبین جریدہ کی یہ تحریر منظّم ہے اور نہ ہی تحقیق کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں تضاد کی بھرمار ہے۔ مثلاً پرویز صاحب کے خط میں اس وضاحت کے باوجود کہ تمنا عمادی صاحب کے کام سے استفادہ نہیں کیا گیا، بغیر کوئی حوالہ دیئے دعویٰ کیا گیا ہے کہ

> ''جعفر شاہ پھلواری صاحب کو تمام اختیار دیئے گئے انہوں نے مسودہ صاف کیا، تصحیح کی، اضافے کئے، تمنا عمادی سے بھی مدد لی''۔ (جریدہ (۲۹)، ص ۱۶۷)۔

اس میں شک نہیں کہ پرویز صاحب نے جعفر شاہ صاحب کو اس امر کی اجازت دی تھی کہ ''آپ اس مسودہ میں ترمیم، تنسیخ، حک، اضافہ، ریمارکس، سب کچھ کر سکتے ہیں۔ (بہتر ہو کہ جو کچھ لکھیں، سرخ روشنائی سے لکھیں اور پہلے سرخ روشنائی میں ریمارکس کاٹ دیں)۔ (جریدہ (۲۹)، ص ۱۸۰)۔

یہ اختیار دینے کے باوجود، یہ نتیجہ اخذ کرنا کسی طور پر بجا نہیں ہے کہ جعفر شاہ صاحب نے جو کچھ تجاویز دیں انہیں پرویز صاحب نے من و عن قبول کر لیا۔ سرخ روشنائی سے لکھنے کی ہدایت بھی اس امر کی طرف غمازی کرتی ہے کہ پرویز صاحب اس کام کی ماہیت پر غور کر کے ہی رد و قبول کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں 12/12/1957 کا خط کافی تفصیلی ہے جس میں دیگر

ہدایات کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ مسودہ کا کوئی خاص حصہ (چند صفحات) تھا جسے بطور نمونہ جعفر شاہ صاحب کو بھیجا گیا تھا۔ مزید یہ کہ یہی نمونہ قبل ازیں کسی صاحب کو بھی انہی ہدایات کے ساتھ بھیجا گیا اور انہوں نے بھی سرخ روشنائی کے ساتھ اپنے ریمارکس درج کئے ہوئے تھے جن کے لئے پرویز صاحب کی ہدایت یہ تھی ''پہلے سرخ روشنائی والے ریمارکس کاٹ دیں''۔ خود جعفر شاہ صاحب نے یہ مسودہ دیکھنے کے بعد جو رائے دی وہ مرتبین کی تحقیق سے مطابقت نہیں رکھتی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

''ہاں آپ کے مسودے کو جس قدر دیکھتا ہوں اس قدر توارد خیال پر میری حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ کئی جگہ ایسا ہوا کہ کچھ لکھا اور اسے ''پنسل زد'' یا ''ربرزد'' اس لئے کرنا پڑا کہ وہ آپ نے آگے لکھ دیا ہے۔ کئی مقامات ایسے نظر آئے جہاں میرا یہ خیال کہ میں اس میں منفرد ہوں غلط ثابت ہوا اور یہ محسوس ہوا کہ دو دماغ تقدم وتاخر کے ساتھ یکساں خطوط پر سوچتے ہیں۔ اور بھی کتنے اللہ کے بندے ہوں گے جو انہی خطوط پر غور وفکر کرتے ہیں مگر ایک کو دوسرے کا علم نہیں۔

جو لوگ اپنی پرواز کو ماضی سے وابستہ رکھتے ہیں ان کی عمر کچھ نہیں ہوتی اور جو ماضی کے ساتھ حال کو پیش نظر رکھ کر وہیں اٹک جاتے ہیں ان کی عمر نسبتاً طویل ہوتی ہے۔ لیکن جن کی نگاہوں کے سامنے ماضی و حال کے ساتھ مستقبل بھی ہوتا ہے ان کو بقائے دوام حاصل ہوتی ہے مگر ان کے ساتھ اکثر یہ ٹریجڈی ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مقبول نہیں ہوتے بلکہ گالیاں سنتے ہیں مگر ان کے پیغام میں ایسا اندرونی زور ہوتا ہے کہ اہل انکار اعتراف کئے بغیر اسے قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔

میرا اندازہ ہے کہ آپ کے اس لغات القرآن کا بھی یہی حشر ہوگا۔ زیادہ تر لوگ ایسے ہوں گے جن کا تحت الشعور اسے قبول کرتا جائے گا مگر وہ استہزا کرتے رہیں گے مگر انشاء اللہ مستقبل میں یہ ایک نئے اندازِ فکر کے لئے سنگ میل کا کام دے گا کیونکہ اس میں ماضی سے مناسب وابستگی، حال کا لحاظ اور مستقبل کی نشاندہی سب کچھ موجود ہے۔ (جعفر شاہ پھلواری کا پرویز صاحب کے نام خط 24/2/58)۔

جعفر شاہ پھلواری صاحب نے لغات القرآن کے مذکورہ مسودہ میں کیا کچھ تبدیلیاں کیں اس کی تفصیل بھی ان کے 24/2/58 کو لکھے گئے خط میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو گا کہ انہوں نے بنیادی طور پر املا یا کتابت میں رہ جانے والی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اپنے مشوروں سے نوازا ہے۔

آخر میں اس بہتان کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

''جعفر شاہ نے معاوضہ لیا یا نہیں معلوم نہیں حتمی

طور پر ہو سکا لیکن ان کی خواہش تھی کہ ان کا نام بھی اس لغات میں شامل ہو، پرویز صاحب نے یہ خواہش رد کر دی۔۔۔جعفر شاہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کا نام بھی اس لغات پر لکھ دیا جائے تو پرویز صاحب نے انکار کر دیا۔ (دونوں کے بعض قریبی احباب کا خیال ہے کہ معاوضہ دینے کے بعد نام کا مطالبہ بے معنی تھا)۔''

یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ جعفر شاہ صاحب نے معاوضہ لیا۔ پرویز صاحب معاوضہ دیے بغیر کسی سے کام لینے کے روادار ہی نہ تھے۔ لغات القرآن پر نام لکھنے یا نہ لکھنے کا معاملہ ہر دو مشاہیر کے درمیان ضرور زیر بحث آیا تھا۔ جیسا کہ خط و کتابت سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا' جعفر شاہ صاحب کے کام کی نوعیت تحقیقی سطح کی نہ تھی۔ علاوہ ازیں نام نہ لکھنے کی خواہش کا اظہار جعفر شاہ صاحب نے کیا تھا اور پرویز صاحب بھی ان سے اس ضمن میں متفق تھے۔ معلوم نہیں مرتبین جریدہ کا پرویز صاحب کے کون سے قریبی احباب سے رابطہ ہے جو دور از کار توجیہات لانے میں ان کے شریک ہیں۔ جعفر شاہ پھلواری صاحب فرماتے ہیں: ''لغات القرآن'' کا صاف شدہ مقدمہ (اگر لکھا ہو) اور لغات کوئی ایک حصہ بھی ساتھ ارسال فرمایئے۔ اس کی ترتیب' طرز اور زاویہ نگاہ دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ میں کس حد تک اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر چل سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں یہ دریافت طلب ہے کہ کیا اس میں آپ کے لئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہوگا کہ محمد جعفر نے اسے دیکھ کر اس کی تائید اور تصدیق کی ہے؟ اگر میں پوری دیانت کے ساتھ پوری محنت کے ساتھ دیکھوں لیکن اس میں میرا کوئی ذکر نہ آئے۔۔۔یا صرف اس قدر ہو کہ ''بعض مشہور علما کی نظر سے یہ گزر چکا ہے۔۔تو اس میں آپ کو کوئی عذر تو نہ ہو گا؟ میں سردست اپنے آپ کو کوئی ایسے موقعوں پر گمنام ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ گمنامی کے بعض پہلوؤں کو تو آپ کا ذہن رسا خود سمجھتا ہی ہوگا اور بعض مصالح ایسے بھی ہیں جن کو بالمشافہ ہی واضح کیا جا سکتا ہے۔ (دسمبر 1957ء)۔

یہاں تک ہم نے تمام معاملات کو ''جریدہ'' کے محققین کی بحث اور ان کے اخذ کردہ نتائج تک محدود رکھا ہے لیکن اہل علم اور ادبی ذوق کے حامل اہل نظر کے لئے کسی تحریر اور اس کے مصنف کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہوا کرتا۔ ہر دو مشاہیر (جعفر شاہ اور پرویز) کثیر التصانیف واقع ہوئے ہیں' ہر دو کا اپنا اندازِ تحریر اور اسلوب ہے جس میں زمین آسمان کا فرق واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی کیفیت تمنا عمادی صاحب' عمر احمد عثمانی صاحب وغیرھم کی بھی ہے۔ پرویز صاحب کی تصانیف'

مقالات، خطبات اور دروسِ قرآن کا سلسلہ اتنا وسیع و دقیع ہے کہ ان کے علمی مقام و مرتبہ سے مذکورہ بالا دانشوران خاصے پیچھے دکھائی دیتے ہیں۔ جن اصحاب نے لغات القرآن کے سلسلہ میں پرویز صاحب کی ہدایات، سربراہی اور ذمہ داری میں (معاوضہ پر) کچھ کام کیا ہے تو پرویز صاحب کے ہاں اس کا اعتراف بھی ملتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ معاملہ، بہرحال، لغات القرآن مرتب ہو جانے کے بعد کا ہے۔

''لغات القرآن مرتب ہو جانے کے بعد میں نے اس کا مسودہ ایسے ذی علم احباب کو بھی دکھا لیا جن کی عربی زبان کی استعداد اور قرآنی ذوق کا مجھے اندازہ تھا۔ میں ان تمام اصحاب کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں''۔ (لغات القرآن۔ص۲۲)۔

جیسا کہ آپ خط و کتابت میں دیکھیں گے، کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جو خفیہ ہو یا اس سے پرویز صاحب کے مقام و مرتبہ میں کوئی کمی واقع ہوتی ہو۔ اگر معاملہ صاف، سیدھا اور واضح ہے تو مرتبین ''جریدہ'' نے نتائج اخذ کرنے میں اس قدر ٹھوکریں کیوں کھائی ہیں۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ یہ کراچی یونیورسٹی کے ''شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے عہد ساز تحقیقی و تجزیاتی مطالعات پر مشتمل'' جریدہ ہے۔ جب ہمارے اعلیٰ تعلیمی اداروں کے محققین کی تحقیق کا یہ عالم ہے تو کسی اور سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انسان ضد اور ہٹ، نفرت اور تعصب کی روش اختیار کر لیتا ہے تو پھر اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اس میں کسی بات کے صحیح طور پر سمجھنے اور ٹھیک نتیجہ تک پہنچنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔

اس کے باوجود ہم محترم سید خالد جامعی اور محترم عمر حمید ہاشمی کے ممنون ہیں کہ ان کی اس کاوش سے ہمیں ریکارڈ اور تاریخ کی تصحیح کا موقع مل گیا اور یہ خط و کتابت سامنے آ گئی۔ اس مناسبت سے خود ''جریدہ'' ہی کے حوالہ سے ذیل میں پرویز صاحب کے رشحات قلم پر مشاہیر کی رائے پیش کرنا بے جا نہ ہوگا:

''ایک زمانہ تھا کہ پرویز صاحب کا طوطی بولتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے وحدت ادیان کے مسئلے پر ''ام الکتاب'' میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تو معارف میں پرویز صاحب نے ان کا تعاقب کیا۔ نیاز فتحپوری کے نظریات کے خلاف مہم میں پرویز صاحب آگے آگے رہے۔

''مولانا ابوالکلام آزاد نے سورہ فاتحہ کی تفسیر ام الکتاب لکھی تو اس میں بعض نقادوں کو وحدت ادیان کی جھلک نظر آئی لہٰذا معارف میں غلام احمد پرویز نے اس پر تنقیدی مقالہ لکھا۔ اس مقالے کی گونج علامہ انور شاہ کاشمیری کی کتاب ''مشکلات القرآن'' میں مولانا یوسف بنوریؒ کے دیباچے میں بھی سنائی دیتی ہے جس میں مسعود

عالم ندوی کی کتاب ''حاضر العالم اسلامی'' میں ابوالکلام آزاد کی تعریف پر نقد کرتے ہوئے معارف میں پرویز صاحب کے مضمون کا اشارہ دیا گیا ہے۔مولانا ابوالکلام آزادؒ کے خلاف اس علمی مہم میں غلام احمد پرویز صاحب پیش پیش تھے' جس کا اعتراف سید سلیمان ندوی اور عبدالماجد دریا آبادی نے مختلف مقامات پر کیا ہے۔''

''ایک زمانے میں جب پرویز صاحب سیکریٹریٹ کی مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے تھے تو داڑھی بھی رکھتے تھے۔ وہ ۱۹۵۳ء تک داڑھی کے قائل تھے۔لیکن اس کے بعد انہوں نے داڑھی ترک کر دی۔ختم نبوت پر ان کے مضامین نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔قادیانیوں کے خلاف بہاولپور کی عدالت نے پہلے مقدمے میں جو فیصلہ دیا تھا اس کی بنیاد البیان امرتسر کے ''ختم نبوت نمبر'' میں پرویز صاحب کا مضمون تھا جس کا اعتراف مقدمے کے فیصلے میں کیا گیا ہے۔''

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیرِ نگرانی مولانا ظفر احمد عثمانی نے ''اعلاء السنن'' ۱۱ جلدوں میں تحریر کی۔ عالم عرب کے محدث کبیر علامہ کوثری نے اس کتاب کو دیکھا تو ان کے الفاظ یہ تھے کہ میں اعلاء السنن کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا۔ اس کتاب میں سیاسیات والی بحث میں دو قومی نظریے کے ضمن میں ظفر عثمانی صاحب نے پرویز صاحب اور طلوع اسلام کا حوالہ دیا ہے کیوں کہ سیاست کے مغربی نظریات سے ظفر احمد عثمانی واقف نہ تھے۔''اعلاء السنن'' کی پہلی اشاعت میں یہ حوالہ موجود تھا لیکن مولانا نور احمد [داماد مفتی محمد شفیعؒ سابق مہتمم دارالعلوم کراچی] نے ''ادارہ القرآن والسنۃ'' کے زیر اہتمام اس کا ٹائپ شدہ نسخہ شائع کیا تو اس میں سے غلام احمد پرویز کا حوالہ حذف کر دیا گیا۔ واضح رہے کہ مفتی ظفر احمد عثمانی اس وقت انتقال فرما چکے تھے (ہمارے اکابرینِ دین و دانش کی علمی ''دیانت'' کی بہترین مثال!)۔ مولانا یوسف بنوری نے علامہ انور شاہ کاشمیری کی کتاب ''مشکلات القرآن'' کے دیباچے میں مسعود عالم ندوی کی کتاب ''حاضر العالم اسلامی'' میں ابوالکلام آزاد کے ذکر پر طنز کرتے ہوئے معارف میں ابوالکلام کے وحدت ادیان کے نظریے پر غلام احمد پرویز کے تنقیدی مضمون کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ندوہ والے تو ابوالکلام کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں''۔ (جریدہ (۲۹)' ص ۱۶۴ تا ۱۶۵)۔

اس تفصیل وتمہید کے بعد اب محترم جعفر شاہ پھلواری اور پرویز صاحب کے مابین خط وکتابت دیکھتے ہیں۔موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر علامہ عرشی کے دو (نایاب) خط بنام پرویز صاحب بھی پیش خدمت ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک پرویز صاحب کا علمی مقام ومرتبہ کیا تھا۔ علاوہ ازیں لغات القرآن کو ان مکاتیب میں علامہ پرویز کی تصانیف میں شمار کیا گیا ہے۔

جعفر شاہ صاحب کے خطوط پرویز صاحب کے نام

برادر محترم، سلام ورحمت

(۱) مرسلہ مسودہ سب ختم کر چکا ہوں۔ ''انوار تفکر'' بھی ارسال خدمت ہے۔

(۲) میں نے ''امالے'' کی کسی جگہ تصحیح نہیں کی ہے اس کا تعلق رسم کتابت سے ہے۔ اگر اچھے کاتب کو، جو خود بھی کچھ ذوق زبان رکھتا ہو، آپ سمجھا کر دیں گے تو وہ خود ہی درست کرتا جائے گا۔ بات یہ ہے کہ جب مثلاً ہم بولتے ہیں ''کعبے کے اندر'' تو ''کعبہ کے اندر'' کیوں لکھیں؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والا بھی خواہ مخواہ اسے ''کعبا کے اندر'' پڑھتا ہے اور یہ ایک مستقل عادت بن جاتی ہے۔

جس مفرد لفظ (جو موصوف اور مضاف الیہ نہ ہو) کی جمع یائے مجہول سے بن سکتی ہو اس میں یقیناً امالہ ہوگا اگر اس کے بعد لفظاً یا تقدیراً حرف ربط (پر، کا، کے، کو، نے، تک، میں، سے، وغیرہ) آئے۔ خواہ وہ لفظ علم ہی کیوں نہ ہو۔ جب ''کلکتے گئے'' بولتے ہیں تو ''کلکتہ گئے'' لکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس طرح خواہ مخواہ ''کلکتا گئے'' پڑھا جائے گا۔

(۳) آپ نے عنوانات لکھنے میں فلوگل کی پیروی کی ہے یا مفردات راغب کی۔ یہ لوگ عنوانات میں ماضی کے صیغے لکھتے ہیں لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں۔ مثلاً صاد ترتیب کے لحاظ سے ص۔ا۔د میں ہوگا۔ لیکن دراصل اسے ص۔ی۔د میں ہونا چاہئے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ عنوانات پر کسی تشکیل واعراب کی ضرورت نہیں۔ وہ تو فقط اشارہ ہے کہ جن الفاظ کا یہ مادہ ہے وہ یہاں دیکھو۔ اس لئے عنوانات کے صرف اصلی حروف مادہ کو لکھنا چاہئے حرکات درج کئے بغیر۔ مثلاً لفظ صحیح میں ع۔ر۔ض (ملا کر نہیں بلکہ الگ الگ حروف ہوں)۔ عقل میں وس م، س و م، س م و اور مضاعف میں ق۔ص۔ص وغیرہ۔

(۴) رباعیات کو ثلاثیات سے بالکل الگ لکھنا چاہئے۔

غرض چیزیں جو کچھ بھی موجود ہیں ان کی ترتیب میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا ہوگی کیونکہ موجودہ طرز لغات یہی ہے۔ عربی لغات میں (بخلاف اردو فارسی کے) حروف تہجی کی ترتیب ن، ؤ، ہ نہیں بلکہ ن، ہ، و ہے اس کا بھی لحاظ رہے۔

کاتب صاحب کو دوچشمی ھ کے مواقع بھی اچھی طرح سمجھا دیجئے گا۔

(۵) اس مسودے میں بے شمار جگہ تائے مصدری (یا تائے وحدت یا تائے تانیث) کو گول ۃ کی بجائے تائے قرشت سے لکھا گیا ہے۔ منازعت' مشاجرت' دلالت وغیرہ کو اردو میں تو آپ تائے قرشت سے لکھ سکتے ہیں لیکن جب آپ اس کو عربی لفظ کے طور پر تنوین لگا کر لکھیں گے تو لازماً اسے گول ۃ ہی لکھنا پڑے گا۔ مخافۃ تو ہوا خوف اور ''مخافت'' ہوگا آہستہ آواز نکالنے والا (خفت سے)۔ لہٰذا ہر جگہ تائے قرشت اور تائے مدورہ کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ حالت وقف میں ہ ہو جاتی ہے بخلاف تائے قرشت کے۔

میں نے املے اور ۃ کی تصحیح صرف چند جگہ کی ہے۔ باقی سب کو علیٰ حالہ چھوڑ دیا ہے تاکہ سمجھدار کاتب کو سمجھا دیا جائے یا بوقت نظرثانی کاپی میں تصحیح کر دی جائے۔

(۶) قرآنی رسم الخط کو بہرحال ملحوظ رکھنا چاہئے (اگرچہ میرے خیال میں یہ کوئی ایسا دینی فریضہ نہیں)۔ مثلاً یدعوا اور یتلوا میں الف زائد لکھنا چاہئے۔ جاء و اور فاء و میں الف جمع نہیں لکھا جاتا۔ گول ۃ والا لفظ جب مضاف ہو تو وہ تائے قرشت سے لکھا جاتا ہے مثلاً شجرت الزقوم۔ رحمت اللہ وغیرہ۔ یا ابرٰھم اور ابراھیم۔ یاجٰھدوا اور جاھدوا وغیرہ میں جہاں جو رسم الخط ہے وہی باقی رکھنا چاہئے۔ بلکہ اگر ''رموز'' کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو بہتر ہے۔ ٹائپ میں یہ ساری رعایتیں ملحوظ رہ ہی نہیں سکتیں لیکن کاتب تو اس کا بخوبی لحاظ رکھ سکتا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہر جگہ آیت' ترجمہ اور حوالہ تینوں چیزیں ہونی چاہئیں۔ تبیض کے وقت ان تینوں میں جہاں جو چیز رہ گئی ہو وہ درج کر دی جائے۔

(۷) سوالنامے کا مسودہ مجھے ضرور بھیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ سوالات پر نظر ڈالنے کے بعد بعض مفید مشورے دے سکوں۔

(۸) ہاں آپکے مسودے کو جس قدر دیکھتا ہوں اسی قدر توارد خیال پر میری حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ کئی جگہ تو ایسا ہوا کہ کچھ لکھا اور اسے ''پنسل زد'' یا ''ربرزد'' اس لئے کرنا پڑا کہ وہ آپ نے آگے لکھ دیا ہے۔ کئی مقامات ایسے نظر آئے جہاں میرا یہ خیال کہ میں اس میں منفرد ہوں غلط ثابت ہوا اور یہ محسوس ہوا کہ دو دماغ تقدم و تاخر کے ساتھ یکساں خطوط پر سوچتے ہیں اور بھی کتنے اللہ کے بندے ہوں گے جو انہی خطوط پر غوروفکر کرتے ہیں مگر ایک کو دوسرے کا علم نہیں۔

(۹) جو لوگ اپنی پرواز کو ماضی سے وابستہ رکھتے ہیں ان کی عمر کچھ نہیں ہوتی اور جو ماضی کے ساتھ حال کو پیش نظر رکھ کر وہیں اٹک جاتے ہیں ان کی عمر نسبتہً طویل تر

ہوتی ہے۔ لیکن جن کی نگاہوں کے سامنے ماضی وحال کے ساتھ مستقبل بھی ہوتا ہے انہی کو بقائے دوام حاصل ہوتی ہے مگر ان کے ساتھ اکثر یہ ٹریجڈی ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مقبول نہیں ہوتے بلکہ گالیاں سنتے ہیں مگر ان کے پیغام میں ایک ایسا اندرونی زور ہوتا ہے کہ اہل انکار اعتراف کئے بغیر اسے قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔

میرا اندازہ ہے کہ آپ کے اس لغات القرآن کا بھی یہی حشر ہوگا۔ زیادہ تر لوگ ایسے ہوں گے جن کا تحت الشعور اسے قبول کرتا جائے گا مگر وہ اس کا استہزا کرتے رہیں گے۔ مگر ان شاء اللہ مستقبل میں یہ ایک نئے انداز فکر کے لئے سنگ میل کا کام دے گا کیونکہ اس میں ماضی سے مناسب وابستگی، حال کا لحاظ اور مستقبل کی نشان دہی سب کچھ موجود ہے۔

(۱۰) مجھے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ اس میں ناخوشگوار قسم کے مناظرے نہیں ہیں۔ اپنے خیالات کا متوازن طریق پر اظہار کر دیا گیا ہے۔ یعنی ''لُغویات'' تک مباحث کو محدود رکھا گیا ہے اور ''لَغویات'' سے اجتناب کیا گیا ہے۔

مزید مسودہ بھیجتے رہئے اور مقدمہ لکھنا بھی شروع کر دیجئے۔ ''البستان'' منگوائی یا نہیں۔ اس کا مقدمہ دیکھ جائیے۔ کچھ مفید باتیں شاید آپ کے مقدمے میں مدد دیں۔ والسلام۔

محمد جعفر، 24/2/1958

☆☆☆

برادرم محترم، سلام ورحمت۔

میں ایک لفافہ آپ کو لکھ چکا تھا کہ تیسرے دن آپ کا لفافہ مل گیا۔ میرے لفافے کا جواب آپ کے ذمے ہے اور آپ کے لفافے کا جواب میرے ذمے ہے۔ لیجئے پہلے میں اپنا فریضہ ادا کرتا ہوں۔

مولانا ابو البرکات صاحب اگر وہی ہیں جو مولانا ابوالحسنات خطیب مسجد وزیر خان کے برادرِخُرد ہیں تو میں انہیں جانتا ہوں۔ ان کی درسی استعداد اچھی ہے۔ کتابیں اچھی پڑھا لیتے ہیں لیکن ادیب اور لغوی ہونا بالکل جداگانہ شے ہے اور پھر لغات القرآن؟ اس کے لئے تو عربی ادب کے علاوہ کچھ قرآنی ذوق ہونا بھی لازمی ہے۔ مولوی صاحب ممدوح میں یہ ذوق کہاں سے آ سکتا ہے جب کہ وہ کٹر بریلوی واقع ہوئے ہیں اور نام کو بھی ان میں کوئی لچک موجود نہیں۔ اگر یہ کوئی اور ابوالبرکات صاحب ہیں تو میں ان سے واقف نہیں۔ رہے مولانا ناظم ندوی تو میں ان سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔ ندوی ہونے کی وجہ سے بہ نسبت غیر ندوی مولویوں کے ان میں ادبی ذوق کسی قدر زیادہ ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں۔ اور آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ندویوں میں ان سے زیادہ Orthodox شاید ہی

کوئی ہو۔ ان کے خیال میں حضرت عیسیٰ کا چوتھے آسمان پر زندہ موجود رہنا ''مسلمات اسلام'' میں داخل ہے اور ان کی سمجھ میں میری یہ بات آج تک نہ آسکی کہ ''شہید'' صرف مردہ ہی نہیں زندہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ آپ کی ''لغات القرآن'' کے لئے کس حد تک موزوں ہوں گے۔۔ اگر ان دو حضرات ہی کو کتاب دکھانی مناسب سمجھتا تو ان دونوں سے پہلے میں اپنے آپ کو پیش کرتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں ازراہِ انکسار نہیں بلکہ ازراہ حقیقت پسندی اپنے آپ کو اس ذمے داری کا اہل نہیں سمجھتا۔

ہمیں کسی کے عقائد وخیالات سے زیادہ دلچسپی نہیں۔ ہم صرف دو چیزیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک تو زبان وادب عربی پر کافی حد تک عبور' دوسرے کسی قدر حریت فکر کے ساتھ قرآنی ذوق۔ جس میں یہ دونوں یا کوئی ایک شرط نہ پائی جائے' اس کا دماغ مفسرین کی فرسودہ تفاسیر اور مفردات راغب سے آگے نہیں بڑھے گا۔

میرے ذہن میں ایک اور طریقہ آتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا کہ آپ اس ''شرارت'' کے لئے تیار ہوں گے یا نہیں۔ کیجئے یوں کہ اس کا کوئی ایک حصہ مثلاً باب الالف یا باب الحروف طبع کرا لیجئے اور مختلف علمائے کرام کے پاس مثلاً ایک سو روپے کے منی آرڈر کے ساتھ یوں بھیجئے کہ ایک کے ٹائٹل پیج پر مولانا...... صاحب فاضل دیوبند چھپا ہوا اور وہ مثلاً پشاور سے مولانا احتشام الحق اور مفتی محمد شفیع' مولانا عبدالماجد وغیرہ کے پاس تبصرے کے لئے جائے۔ دوسرے کے ٹائٹل پیج پر بھی اسی طرح کے ایک فرضی نام کے ساتھ فاضل بریلوی یا حنفی نقشبندی وغیرہ چھپا ہوا اور وہ کراچی سے مولانا ابوالحسنات یا مولانا ابوالبرکات وغیرہ کے پاس سو روپے منی آرڈر کے ساتھ تبصرے کے لئے جائے۔ اسی طرح مختلف حلقوں کے ''ائمہ دین'' کے پاس یہ مطبوعہ حصہ جائے۔ جب سب کے تبصرے آجائیں تو ان کے عکسی فوٹو کے ساتھ اپنے نام سے پہلے اس کا وہی حصہ طبع کرا کے شائع کر دیجئے۔ صرف آپ پر مختلف ٹائٹل پیج کا معمولی خرچہ یا منی آرڈروں کا بوجھ پڑے گا لیکن اس کا نتیجہ اتنا شاندار اور اتنا دلچسپ ہو گا جو ابھی ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ آپ ایسا کرتے وقت مطبوعہ حصے میں سے وہ باتیں نکال دیں جن سے یہ ثابت ہو کہ یہ کتاب آپ نے لکھی ہے۔ مثلاً طلوع اسلام یا اس ادارے کی کسی کتاب کا ذکر ہو یا اور ایسی ہی کوئی اور بات ہو۔ یہ آپ خوب سمجھ لیں کہ آپ کیسی ہی معقول بات لکھیں یہ مولوی آپ کے نام کو دیکھ کر یا معلوم کر کے کبھی تائیدی تبصرے نہ کریں گے۔ لیکن اگر ان ہی کے فرقے کے کسی فرضی نام سے جائے تو ان کا ذہن تائیدی رجحان پیدا کر لے گا۔

اور یہ ایسے ''سرٹیفیکیٹ'' ہوں گے جو ان ''دینی چوروں'' کے ہاتھ کاٹ کر رکھ دیں گے اور دنیا ان کی فرقی ذہنیت کا تماشا بھی دیکھ لے گی۔ مجھے ان مولویوں کی فرقی ذہنیت کا بہت تجربہ ہے۔ یہ بات کو نہیں دیکھتے' صرف ذات (شخصیت) کی پوجا کرتے ہیں۔ یعنی ہم کہیں تو ٹھیک' دوسرا کہے تو غلط۔

اور اگر صرف لغوی حیثیت سے دکھانا ہو تو میری نگاہ میں میمنی یا کاشغری سے زیادہ اس کا کوئی اہل نہیں۔ مگر وہاں عجیب بے نیازی اور زرطلبی کا معاملہ ہے۔ یہ دونوں کچھ اہل حدیث ٹائپ کے ہیں لیکن ان کا علم لغت اتنی وسعت رکھتا ہے کہ قرآن کے معاملے میں کسی قدر حریت فکر کو قبول کر سکیں اور ان کا تبصرہ سرٹیفکیٹ کا کام دے سکے۔ والسلام

محمد جعفر

☆☆☆

مخلص محترم' سلام ورحمت

لفافہ بھی مل گیا۔ تاخیر جواب میں سستی و کاہلی کو نہیں بلکہ مصروفیتوں کو دخل رہا۔ الفتنۃ الکبریٰ کا معاملہ تو آپ نے خود ہی صاف کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے اس کا انتظار نہیں۔ البتہ نمونہ لغات القرآن کا انتظار ہے۔ اس پر مقدمہ لکھنا بہت ضروری ہے تاکہ آپ کا اصلی زاویہ نظر واضح ہو جائے۔

مولانا علیم اللہ صدیقی نے ہندوستان میں جس کتاب کا ترجمہ شائع کیا تھا وہ ایک دوسری کتاب ہے جو اسی مصنف کی ہے جس کی دوسری کتاب کا ترجمہ اب ہو رہا ہے۔ یہ حسن ابراہیم حسن ہے تو بڑا محقق مگر بے چارہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ النُظم الاسلامیہ اور نُظم المسلمین میں کیا فرق ہے؟ اس کتاب کے وہ حصے زیادہ دلچسپ مگر اس سے زیادہ افسوسناک ہیں جہاں ''امامت'' کے دعویداروں میں خونریز جنگیں ہوئی ہیں اور اس سے زیادہ افسوسناک وہ عقائد کی جنگیں ہیں جو ''مسئلہ امامت'' اور اس کے دعاوی سے بھی زیادہ پاور؟ ہوا' بے معنی اور بے سند ہیں۔ اللہ اللہ اس قوم نے اپنی قیمتی قوتوں اور خون کو کس کس طرح ضائع کیا ہے۔ کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں ہم بھی اپنی ''انرجیز'' کو یوں ہی بے مقصد رائگاں تو نہیں کر رہے ہیں؟

ادارے کی رفاقت بلاشبہ ملازمت کی حیثیت رکھتی ہے اور ملازمانہ انداز زیست کا تجربہ آپ کو مجھ سے زیادہ ہے۔ موازنۂ حریت فکر وقلم کرتے وقت ہم دونوں کے اپنے موجودہ ادوار کو سامنے رکھنے کی بجائے یہ زیادہ انسب ہے میرے موجودہ دور سے اپنے پچھلے دور ملازمت کی تمام نزاکتوں اور حریتوں کا اندازہ کیا جائے۔ اس دور میں آپ نے ضمیر کو کبھی فروخت نہ کیا ہوگا صرف بعض روابطتی نزاکتوں کو ملحوظ رکھ کر محض احتیاط سے کام لیا

ہو گا۔ میری موجودہ حیثیت اس سے زیادہ کچھ بھی مختلف نہیں۔

اگر کہیں ہماری آپ کی رائے میں کچھ بعد یا اختلاف دکھائی دے تو ایسے تمام مواقع کو میری ملازمانہ مجبوریوں پر ہی محمول کرنے کی بجائے کسی قدر حسن ظن کی توقع بھی آپ سے رکھتا ہوں۔ قیام راولپنڈی کے دوران میں مجھ پر کسی کا کوئی دباؤ نہ تھا اور اس وقت بھی اپنے افکار میں یکسو تھا لیکن ہم دونوں کے خیالات میں سو فی صد توافق اس وقت بھی نہ تھا۔

رہا یہ کہ میں اپنے بعض خیالات کو' اگر ادارے سے انسلاک نہ رہا' بعد میں ضائع کر دوں گا تو یہ قیاس ادارے کو درمیان سے ہٹا کر بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ تصوراتی ارتقا میں اگر اعتراف حق کا جذبہ بھی شامل ہو تو یہ ہمیشہ ہوتا رہے گا اور ہونے دینا چاہئے۔ مجھے اس ''غلطی'' سے انکار نہیں۔

بحمداللہ میں مع الخیر ہوں۔ مولانا عرشی کو اور سارے احباب محفل کو سلام۔ مولانا عرشی میرے مخلص ترین دوست ہیں۔ اگر انہیں یہ خط دکھا دیجئے تو اچھا ہے۔

☆☆☆

آپ کو غالباً میری انرجی کی محافظت ہی کے خیال نے مجبور کیا ہوگا جو آپ نے یہ مخلصانہ رائے دی ہے کہ ''دینیات'' کی بجائے دوسری چیزوں کو اپنا موضوع قلم بناؤں کیونکہ اگر کسی وقت ادارے سے میرا انسلاک نہ رہا تو ممکن ہے کہ بہت سے موجودہ حصہ تحریر کو ضائع کر دوں۔ لہٰذا جب تک آزاد قلم کا مالک نہ بن جاؤں اس وقت تک دینی مضامین پر قلم نہ اٹھایا کروں''۔ اس سلسلے میں کچھ ضروری اور مبنی برحقیقت گزارشیں اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی آپ کی یہ مخلصانہ رائے آچکی ہے۔

''دین'' ہمارے نزدیک (اور یقیناً آپ کے نزدیک بھی) تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہے اس لئے کسی چیز کو اپنا موضوع بناؤں' رہوں گا بہرحال دین ہی کے دائرے میں۔ اس لئے اس سے تو مفر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر کچھ چیزیں (مثلاً تاریخ' ادب وغیرہ) دینی دائرے سے باہر تسلیم کر لی جائیں جب بھی اپنا دینی زاویۂ نگاہ چھوڑ کر ''بے دینی'' اختیار کر لینا بھی اپنے بس کی بات نہیں۔ اور اگر ایسا کر لیا جائے تو اسے ذریعہ معاش بنا لینا کمیونسٹوں کا سا معاشی تصور ہوگا جو حیوانی سطح سے اوپر کی چیز نہیں کہی جا سکتی۔ آپ خود سوچئے کہ اگر میں دینیات پر لکھنا چھوڑ دوں تو میرا مصرف ہی کیا رہ جاتا ہے؟ خواہ اس ادارے میں ہو یا اس سے باہر۔

ادارے میں اس وقت تک جو صورت حال رہی ہے وہ یہ ہے کہ تادم تحریر ہمارے افکار پر کوئی پابندی نہیں۔ میں اس Facility کو بڑا غنیمت سمجھتا ہوں۔

جس دن یہ حریت ضمیر چھن جائے گی اس دن غالباً سب سے پہلا شخص میں ہوں گا یہ سوچنے والا کہ اب مجھے کتنے گھنٹے اور اس ادارے سے وابستہ رہنا چاہئے۔ ادارے کے پیش نظر اگر کچھ حدود یا خطوط ہیں تو صرف اتنے جو ''ثقافت'' کے پہلے پرچے کے پہلے مضمون میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ (وہ اداریہ دراصل میرے ہی قلم سے نکلا ہے) ان مقاصد میں رفقائے ادارہ کسی دباؤ سے نہیں بلکہ رضا کارانہ ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ پہلے وہ اداریہ سب کو پڑھ کر سنا دیا گیا تھا۔۔ آپ خود کبھی کبھی محسوس کرتے ہوں گے کہ پورا پرچہ پڑھ جانے کے بعد بھی اس کے لکھنے والوں کی ہم آہنگی میں کچھ خلا سا رہ گیا ہے۔ یہ نتیجہ اسی آزادی افکار کا ہے جو یہاں حاصل ہے ورنہ سب کی تحریریں اسی طرح یکساں ہوتیں جیسی بعض جماعتوں کے آرگنوں میں نظر آتی ہیں۔ تاہم ہماری یہ کوشش ضرور رہتی ہے کہ حتی الامکان باہمی توافق اور رواداری باقی رکھی جائے اور جزئی اختلاف خیال میں تاحد امکان Toleration سے کام لیا جائے۔

☆☆☆

مخلص محترم، سلام ورحمت

رجسٹرڈ خط ملا۔ آپ کی کھانسی کا حال پڑھ کر خود مجھے بھی کھانسی آنے لگی۔ آپ اس کی فکر کریں ورنہ کھانستے کھانستے جب پھندا لگتا ہے تو کھانسی میں پھانسی کا مزہ آنے لگتا ہے اور رانی جھانسی اپنے پاس بلانے لگتی ہے۔

رہا میں تو ظاہر ہے کہ میرا وجود کچھ ایسا قیمتی نہیں جس کی فکر میرے ہمدردوں کو خواہ مخواہ ہو۔ آپ کوئی فکر نہ فرمائیں۔ الحمدللہ اس وقت اچھا ہوں۔ کوئی خاص تکلیف نہیں۔ اگر کچھ دبلا ہو گیا ہوں تو مجھے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ یوں بھی میں تو ہمیشہ ہی سے ''جعفر غیر طیار'' رہا ہوں۔

پچھلے دنوں دو ماہ ایبٹ آباد میں گزارے مگر صرف مٹرگشتی کرتا رہا۔ ادارے کا کوئی کام کرنے کی طرف رغبت ہی نہ ہو سکی۔ موڈ بنانے کی کوشش کی مگر نہ بن سکا۔ گویا حلال روزی نہ کھاتا رہا۔ ادارہ مجھے اس وقت پانچ سو بیس روپے (چار سو بیس نہیں) ماہانہ دے رہا ہے مگر کام ایک پائی کا بھی نہ ہوا حالانکہ گیا تھا اسی لئے۔ اب تمام کمیوں کو پورا کرنے کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں۔ پروگرام یہ ہے کہ ہر روز علی الصبح سمن آباد سے تین میل پیدل چل کر دفتر جاتا ہوں۔ وہیں چائے ناشتے کا انتظام کیا ہے۔ اس سے فارغ ہو کر کام کرنے بیٹھ جاتا ہوں اور تین گھنٹے یک لخت کام کرتا ہوں۔ بالکل الگ بیٹھ کر۔ کسی دن دل لگ جائے تو دوگنا وقت بھی دے دیتا ہوں۔ سر چکرا جاتا ہے تو کام چھوڑ دیتا ہوں۔ کراچی میں سولہ سولہ گھنٹے مسلسل بھی کام کیا ہے لیکن اب اتنا کام نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ ایک کام بزم اقبال کے دارالترجمے Translation Board) جس کا مخفف T.B. ہے) کا ایک کام بھی میرے سپرد ہے۔ مولانا علیم اللہ صدیقی بی اے فاضل دیوبند (ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام اسسٹنٹ) نے حسن ابراہیم حسن مصری کی ضخیم کتاب النظم الاسلامیہ کا ترجمہ کیا ہے جو نظرِ ثانی کے لئے بالاقساط میرے پاس آتا ہے جس کے متن اور ترجمے کے ایک ایک لفظ کو دیکھتا ہوں۔ اور یہ جو ماہنامہ ثقافت کی مصیبت ہے وہ مستقلاً سر پر سوار رہتی ہے۔ ابھی ایک مہینے کے پرچے فارغ ہوئے کہ دوسرے ماہ کے مضمون کے لئے جناب شاہد حسین رزاقی ایم اے سر پر تقاضے کے لئے مسلط ہو گئے۔ اپنی تفریح طبع کے لئے کبھی کبھی مہینے دو مہینے میں ایک آدھ مختصر سا مضمون روزنامہ امروز کے لئے لکھ دیتا ہوں۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ عرصے سے ابن آدم نے طلوع اسلام کے لئے کچھ بھی نہیں لکھا ہے حالانکہ دل چاہتا ہے۔ بیگم صاحبہ نواب زادی ٹھہریں۔ ہر وقت جھاڑو ہاتھ میں لئے تواضع کے لئے تیار رہتی ہیں۔ جعفر طیار کی بیگم جو ہوئیں۔ ساری کمائی ان کے حوالے کرنے کے بعد بھی لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ گیہوں کھایا بابا آدم نے اور بھگتان بھگت رہا ہوں میں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ...... الخ۔ تو عرض یہ ہے کہ الفتنۃ الکبریٰ بھی اور اس کا ترجمہ بھی دونوں میرے پاس بھیج دیجئے۔ میں اسے کھپانے کی پوری کوشش کروں گا۔ اگر خدانخواستہ ناکام رہا تو کوئی ناجائز فائدہ اٹھائے بغیر ہی اسے واپس کر دوں گا۔ اتنی بات ضرور لکھ بھیجئے کہ اگر کوئی خریدار مل جائے تو مترجم ہی کے نام سے شائع کرانے پر اصرار تو نہ ہوگا؟

''لغات القرآن'' کا صاف شدہ مقدمہ (اگر لکھا ہو) اور لغات کا کوئی ایک حصہ بھی ساتھ ہی ارسال فرمائیے۔ اس کی ترتیب' طرز اور زاویۂ نگاہ دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ میں کس حد تک اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر چل سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں یہ دریافت طلب ہے کہ کیا اس میں آپ کے لئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہوگا کہ محمد جعفر نے اسے دیکھ کر اس کی تائید و تصدیق کی ہے؟ اگر میں دیانت کے ساتھ پوری محنت سے دیکھوں لیکن اس میں میرا کوئی ذکر نہ آئے۔۔۔ یا صرف اسی قدر ہو کہ ''بعض مشہور علما کی نظر سے یہ گزر چکا ہے''۔۔ تو اس میں آپ کو کوئی عذر تو نہ ہوگا؟ میں سردست اپنے آپ کو کئی موقعوں پر گمنام ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ اس گمنامی کے بعض پہلوؤں کو تو آپ کا ذہن رسا خود سمجھتا ہوگا اور بعض مصالح ایسے بھی ہیں جن کو بالمشافہ ہی واضح کیا جا سکتا ہے۔

رہا معاوضے کا سوال تو اس کے بارے میں

لغات کا ایک حصہ دیکھ کر ہی عرض کر سکوں گا۔ اتنا تو بے دھڑک کہہ سکتا ہوں کہ مولانا کاشغری صاحب کے گرانقدر مطالبے کے مقابلے میں یہ کم اور بہت کم ہوگا۔ اس کی چوتھائی بھی نہ ہوگی۔ صحیح تخمینہ بعد میں عرض کروں گا۔

کراچی آنے کو دل بہت چاہتا ہے لیکن موجودہ مصروفیتیں شاید آغاز مئی تک یہاں سے ہلنے نہ دیں گی۔ اس وقت تو ایک نئے زاویۂ نظر سے سیرت نبوی لکھنے میں منہمک ہوں۔ اس دوران میں اگر آپ کا کام کرنے کا سلسلہ ہوا تو یہی صورت بہتر ہوگی کہ بالاقساط کام آتا اور جاتا رہے۔

بہتر یہ ہوگا اس سلسلے میں جو پارسل رجسٹری وغیرہ آئے وہ بیگم محمد جعفر نمبر 135 این' سمن آباد۔ لاہور کے پتے سے آئے۔ یہاں وہ وصول کر لیا کریں گی۔ ادارے کے پتے سے صرف رجسٹری خط بھیجا کیجئے۔ جو میرے ہاتھ ہی میں آئے گا۔ باقی سب کچھ مندرجہ بالا پتے سے۔

ہاں مولانا سید شمس الضحیٰ صاحب اولہن پور۔ ضلع چھپرا (بھارت) نے مجھے لکھا ہے کہ ''طلوع اسلام بند ہو گیا ہے کیونکہ پاکستانی سکے میں انہیں نئے سال کا چندہ وصول نہیں ہوا ہے اور ہندوستانی سکے جا نہیں سکتے۔'' ان کا چندہ میرے ذمے رہے گا۔ آپ انہیں برابر بھیجتے رہیں۔ انہوں نے اپنا خریداری نمبر کچھ نہیں لکھا ہے اس لئے شاید آپ کو تلاش میں دقت ہو۔

ادارے کی کتابوں پر ریویو ضرور کیجئے لیکن انداز یہ بہتر ہوگا کہ محض تنقید و تنقیص نہ ہو بلکہ قابل قدر پہلوؤں کی خاطر حوصلہ افزائی بھی ہو۔ اس انداز تبصرہ سے باہمی روابط پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور لوگوں کو یہ شکایت نہیں ہوتی کہ یہ صرف تاریک پہلوؤں کو اچھالتے ہیں۔ میری طرح دوسرے لوگ ابھی شاید اس مقام پر نہیں پہنچے ہیں کہ آپ کی مخلصانہ تنقیص کو بھی لطف لے لے کر سراہیں۔

مولانا عرشی کا خط آیا ہے۔ مجھے اپنی بیماری سے زیادہ ان کی علالت کی فکر ہے۔ اس نیک و شریف انسان کو خدا سلامت رکھے۔ آمین۔ والسلام۔

احباب کو سلام۔ جگت ماموں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی کافی کو سلام۔ خط کی رسید فوراً آنی چاہئے۔ بس ایک کارڈ۔

محمد جعفر از لاہور۔

☆☆☆

مخلص محترم' سلام ورحمت

ابھی مولانا عرشی کے گرامی نامے سے معلوم ہوا کہ آپ مجھے کچھ لکھنے والے تھے مگر صاف گوئی کے ساتھ نرم خوئی کی تلاش میں کچھ دشواری محسوس کرتے ہوئے یہ

فریضہ ممدوح کے سپرد کر دیا ہے۔

میرے مخلص بھائی! میرے معاملے میں آپ اتنا تکلف نہ برتا کیجئے۔ یقین کیجئے کہ اہل قلم نئے مضامین کی جستجو میں رہتے ہیں اور میں اپنی کمزوریوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ مجھے امام معصوم ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں ہوا ہے اور نہ اپنی فکری کاوشوں کو حرف آخر سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہوں۔ پھر آپ کے قلم میں تو اللہ نے ایسی سنجیدگی دی ہے کہ دل آزاری اور تلخ نوائی کا پہلو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر آپ براہ راست مجھے دو چار باتیں سخت بھی کہہ دیں گے تو اسے آپ کی غیر مشتبہہ نیک نیتی پر محمول کرنے کے علاوہ اپنی خامیوں کی اصلاح کا پہلو بھی تلاش کروں گا اور ان شاء اللہ برا نہ مانوں گا۔ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا اثر لے کر اپنے انسانی تعلقات میں فرق ڈالنا ضروری نہیں سمجھتا۔ ہاں اگر کوئی شخص خود اپنے قدیم خادموں کو فراموش اور نظر انداز کر دے یا انہیں چھوڑ کر خود ''اِلٰہ'' بننا چاہے تو خود اس کی خاطر کنارہ کش ہو جاتا ہوں اور وہ بھی تسریح باحسان کے طور پر ابراہیمی انداز سے سلم علیک الخ کہہ دیتا ہوں۔ آپ کے معاملے میں بحمد اللہ ابھی تک تو یہ نوبت نہیں آئی ہے اور خدا نہ کرے کہ کبھی آئے۔

برادرم عرشی صاحب کو یہ خط دکھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اہل محفل کو عموماً اور طلوع اسلام برادری کے ''متفق علیہ ماموں'' کو خصوصاً سلام مسنون۔

اپریل کے ثقافت میں ''کتاب کے ساتھ سنت'' کے عنوان سے جو مضمون لکھا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ رائج الوقت مولویانہ تصور سنت میں تبدیلی پیدا کرنی چاہتا ہوں۔ کہہ نہیں سکتا کہ اس طرح میں آپ سے لوگوں کو قریب کر رہا ہوں یا دور؟ لیکن ابھی تک میرا خیال ہے کہ اس طرح آپ کے اور ان کے درمیان خلیج کم ہو سکے گی۔

یہ مجھے اقرار ہے کہ ساری باتیں میں عقیدۃً ہی نہیں لکھتا۔ بعض باتیں سیاستہً بھی لکھتا ہوں۔ اس کی تشریح کسی موقع پر زبانی عرض کروں گا۔ اس وقت بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ میرے نزدیک جڑنا کٹنے اور پھٹنے سے بہتر ہے۔ والصلح خیر۔

محمد جعفر

☆☆☆

مخلص محترم، سلام و رحمت

لفافہ ملا۔ بے اندازہ خوشی ہوئی۔ میری ذات کے بارے میں آپ کے مخلصانہ جذبات و احساسات کی نزاکت بڑی قابل قدر ہے۔ یقین کیجئے کہ آپ کی طرف سے میرے دل میں کوئی غبار نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔ اس لئے ''معافی و درگزر'' وغیرہ کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے نزدیک بعض جزئی اختلاف خیال کوئی وقعت

نہیں رکھتا۔ میں اب صرف ''انسانیت'' کو دیکھتا ہوں۔ کسی خیال کا انسان ہو اگر اس میں شرافت نفس اور انسانی اقدار ہوں تو میں اسے اپنا ہی سمجھتا ہوں۔

میں نے اپنے خط میں مولانا عرشی کو خط دکھا دینے کا ذکر صرف اس لئے کیا تھا کہ وہ بڑے اچھے انسان ہیں اور شاید وہ میرے جذبات کی کچھ مزید ترجمانی کر سکیں۔

یہ درست ہے کہ میں بعض باتیں مصلحتہً اور سیاستہً بھی لکھتا ہوں۔ لیکن یہ مصلحت بینی اور سیاست نوازی میری خود وضع کردہ ہے۔ کسی کے دباؤ کا نتیجہ نہیں۔ یہ تقیہ بھی نہیں۔ یہ صرف اسی قسم کی بات ہے کہ: ''اے عائشہ! اگر تیری قوم حدیث الاسلام نہ ہوتی تو میں کعبے کو توڑ کر بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرتا''۔ او کما قالؐ۔

میں نے بعض مضامین۔۔ نہ فقط طلوع اسلام میں بلکہ دوسرے جرائد میں بھی۔۔ ایسے ضرور لکھے ہیں جن میں اپنا نام نہیں دیا لیکن اس ''حرکت'' کے مصالح میں ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ لوگ بات کو بات کی حیثیت سے پرکھنے کے عادی بنیں۔ کسی ذات کی عینک سے دیکھنے کی عادت ترک کر دیں۔ مگر ہماری قوم جہاں ''سند پرست'' ہے وہاں شخصیت پرستی میں بھی کچھ کم نہیں۔ بلکہ ''دونوں پرستیوں'' کا مرکزی جذبہ ایک ہی ہے۔

نئے ''ثقافت'' میں حسن مثنیٰ کے نام سے ''مشاہیر کے خطوط'' کے تحت حکیم نورالدین خلیفہؔ قادیان کے دو خط اور ان پر دلچسپ چٹکیاں شائع ہوئی ہیں۔ آپ نے ان سے ضرور لطف لیا ہوگا۔ کیا اچھا ہوتا جو آپ بھی اس پر اپنا ''کومنٹ'' لکھتے۔

اب کے ثقافت میں ''صحیح بخاری کی روایت وحی پر'' ایک دلچسپ مضمون آ رہا ہے۔ اسے پڑھئے اور میرے ''شریفانہ انداز'' کی داد دیجئے۔ میں اس مضمون کو بھی اپنے نام سے دینا نہیں چاہتا تھا لیکن بعض دوستوں نے کہا کہ خواہ کسی کا نام لو لیکن ''پردۂ زنگاری کا معشوق'' پہچان لیا جائے گا۔ خیر عرض یہ کرنا تھا اس ''شریفانہ انداز نقد'' میں بھی وہی ''مصلحت و سیاست'' کارفرما ہے۔ ہمارے خیال میں ایک بڑا طبقہ ایسا موجود ہے جو اسی قسم کی ''شریفانہ منافقت یا منافقانہ شرافت'' سے متاثر ہوتا ہے اور ڈائریکٹ ایکشن کا اس پر کچھ الٹا اثر پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر فذکر کو ان نفعت الذکری سے منوط رکھا جائے تو اچھی ہی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ڈائریکٹ ایکشن ہر حال میں غلط ہے۔ نہیں۔ وہ بھی بہت سے مواقع پر مفید بلکہ ضروری ہوتا ہے۔

کلوکیم میں (جس کا دلچسپ ترجمہ محترم سید نذیر نیازی ''بکواس'' فرماتے ہیں) میرے متعلق کوئی پرچہ یا مقالہ ''تلاوت'' کرنے کی خبر صحیح نہیں۔ پورے ادارے

کی نمائندگی کے لئے جناب خلیفہ صاحب کافی ہیں۔ وہ آج کل ملبورن (آسٹریلیا) لیکچر بازی کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ 25/2 تک واپس آجائیں گے۔

احباب کو میرا سلام کہئے۔ جب کبھی ''سارے طلوع اسلام کے ماموں'' چائے یا کافی کی محفل گرم کریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ۔

بریز جرعۂ از مے بخاک برنامم
گہے بہ بزمِ حریفاں چو بادہ پیمائی

والسلام

محمد جعفر پھلواری

مولانا سید شمس الضحیٰ کی طرف سے طلوع اسلام کا سالانہ چندہ دفتر کو ارسال کر دیا ہے۔ یہ اس کی رسید ہے۔ رکھ لیجئے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

☆☆☆

جعفر شاہ پھلواری کا خط پرویز صاحب کے نام

بسمہ تعہ

مخلص محترم، سلام و رحمت

ستمبر کے طلوع اسلام میں آپ کا ''الہام'' پڑھا۔ چند باتوں کے مزید صاف ہونے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک نفس الہام کے وجود کا تعلق ہے میں ہنوز اپنے سابق موقف پر قائم ہوں۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ دین کے کس کس گوشے سے اس کا کتنا کتنا بھر تعلق ہے۔

آپ یہ یقین رکھئے کہ اس موقف کو اختیار کرنے سے میرا کوئی ''معاشی مفاد'' وابستہ نہیں۔ صرف تحقیق مقصود ہے۔ اس لئے اطمینان بخش دلائل ملنے کے بعد اپنے موقف سے ہٹ جانے میں مجھے ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔

آپ نے صفحہ ۵۹ میں وحی ام موسیٰ کے معنی کیے ہیں ''یوں ہی جی میں آجانا یا ڈال دیا جانا'' مجھے ہنوز اس سے اتفاق نہ ہوسکا۔ یہ آیت ملاحظہ ہو:

واوحینا الی ام موسی ان
ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه
فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی
انا رادوه الیک وجاعلوه من
المرسلین۔(۲۸/۴)۔

ذرا غور فرمائیے یہ کہنا تو درست ہے کہ...... میں نے اپنا بٹوا کونے کونے میں ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ پھر یوں ہی جی میں آیا کہ سیڑھیوں پر بھی دیکھ لوں۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں بٹوا پڑا ہے...... اتنا بھی کہنا تو ٹھیک ہے لیکن ایک ماں کے دل میں یوں ہی یہ بات نہیں آسکتی کہ:

آؤ ذرا اپنے لخت جگر کو سمندر میں بھی پھینک کر دیکھیں۔
اس میں کوئی خوف یا غم کی تو بات ہی نہیں۔
یہ تو دشمن کی گود میں پہنچ کر پلنا شروع ہوگا (یاخذہ عدولی وعدولہ)
اور خود بخود ہی میرے پاس واپس بھی آجائے گا۔

بلکہ پیغمبر بھی بن جائے گا۔

اس قسم کی باتیں یوں ہی بیٹھے بیٹھے جی میں نہیں آ جایا کرتیں۔

پھر دیکھئے اس آیت کے ذرا آگے ایک خاص اہتمام وانتظام کے بعد سیدنا موسیٰ (کے) لوٹائے جانے کا حال اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:

فرددنه الی امه کی تقر عینها ولا تحزن و لتعلم ان وعداللہ حق...... (۱۳/۲۸)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں یوں ہی جی میں نہیں آ گئی تھیں بلکہ یہ ایک الٰہی وعدہ تھا جو یوکبد سے کیا گیا تھا اور وہ پورا ہوا۔ وعدۂ الٰہی کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو براہ راست ہو یا پیغمبر کے ذریعے سے ہو۔ جناب یوکبد کو کسی پیغمبر کے واسطے سے یہ وعدہ الٰہی نہیں پہنچا۔ براہ راست پہنچا اور براہ راست پہنچنے کے باوجود وہ نبیہ نہ تھیں۔ پھر اس کی کیا شکل تھی؟ یا تو الہام مانئے یا کوئی شکل تجویز کیجئے جو تنزیل ہو نہ الہام...... پھر اس کی کیا قرآنی سند ہے کہ جو وحی انسان پر آتی ہے وہ ملفوظ ہی ہوتی ہے، غیر ملفوظ نہیں ہوسکتی؟ خدا کا وعدہ جو یوکبد سے کیا گیا تھا ملفوظ تھا یا غیر ملفوظ؟ اگر ملفوظ تھا تو ان میں اور پیغمبر میں کیا فرق ہوا؟ اور اگر غیر ملفوظ تھا تو الہام کے وجود سے انکار کیوں؟

قرآن جس حقیقت کو وعدہ الٰہی بتاتا ہے اسے ''یوں ہی جی میں آ جانے'' کا درجہ دینا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ ایک وحی تھی، ایسی ہی وحی جو پیغمبر پر آتی ہے اور جس پر آتی ہے اسے اس کی صداقت پر ایسا ہی یقین ہوتا ہے جیسا پیغمبر کو اپنی وحی پر ہوتا ہے۔ یوں ہی جی میں آ جانے سے کون ماں ایسا خطرناک اقدام کرسکتی ہے اور صرف اقدام ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ لوٹ آنے کا کامل یقین اور لوٹنا بھی ایسی حالت میں جب کہ ہر نومولود اپنی ماں کا سینہ چوسنے سے پہلے ہی موت کی آغوش میں پہنچا دیا جاتا ہے اور پھر لوٹ آنے کا یقین ہی نہیں بلکہ رسول ہوجانے کی یقینی بشارت بھی۔

اب رہی یہ بات کہ پھر پیغمبر اور غیر پیغمبر کی وحیوں میں کیا فرق ہوا؟ تو اسی کو ہم نے بالتفصیل اپنے مقالے میں واضح کیا ہے جس کا پہلا بنیادی قدم ہے الہام کا اعتراف۔ اگر کوئی بہتر حل نکل آئے تو کسے عذر ہوسکتا ہے؟

علاوہ ازیں ہم نے فیض الاسلام وحی نمبر کے صفحہ ۲۴ تا ۲۶ میں کچھ اور قرآنی اور عقلی دلائل بھی الہام کے ثبوت میں دیئے ہیں جن کو آپ نے مس (Touch) نہیں فرمایا ہے۔

اب چند مخلصانہ شکوے بھی سن لیجئے:

صفحہ ۵۳ میں میرا ایک جملہ ایسے انداز سے نقل کیا گیا ہے جس سے پڑھنے والوں کو یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ میں بھی ''روایت پرستوں'' کی طرح مثلہٗ معہٗ پر ایمان رکھتا ہوں۔ حالانکہ میری پوری عبارت بلکہ پوری کتاب اس کی تردید میں ہے۔ ہم نے تو مثلہٗ معہٗ کے معنی ہی اور کئے ہیں اور وہ بھی اس مفروضے پر کہ اگر یہ روایت صحیح ہو۔

صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۶۳ تک آپ نے جو کچھ لکھا ہے اپنے مضمون کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ نمونہ ہے لیکن

آپ کو میرے متعلق اتنا حسن ظن ضرور رکھنا چاہئے کہ اجزائے چہارگانۂ دین (عقائد و مناسک و اخلاق و معاملات) کی ناقابل انفکاک پیوستگی کا میں بھی قائل ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جڑ، تنا، شاخ، پتی، پھول، پھل کو ایک ہی شجر کے لاینفک اجزا تسلیم کرنے کے باوجود ان کے نام اور حیثیت کی انفرادیت سے انکار نہ کرنے کا مجرم ہوں۔

صفحہ ۵۵ اور اس سے آگے الہام کے لفظ پر جو بحث کی گئی ہے بہت معقول ہے۔ اس سے انکار نہیں لیکن ہم نے اس لفظ کو ایک مفہوم کے لئے جو منتخب کیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قرآن نے ان ہی معنوں میں اسے استعمال کیا ہے بلکہ یہ محض اصطلاح ہے جسے استعمال کرنے کا مجرم تنہا میں نہیں۔ اگر تنہا میں ہی اصطلاح وضع کرتا جب بھی یہ کوئی جرم نہ تھا۔ وضو کا لفظ قرآن پاک میں کہیں نہیں آیا ہے لیکن یہ ایک اصطلاح کی حیثیت سے ہم آپ سب ہی بولتے ہیں۔ لفظ الہام کے سوا ہمیں کوئی اور مناسب وموزوں لفظ نہ مل سکا۔ اگر اس کے لئے کوئی اور بہتر لفظ مل جائے جو ہمارے مفہوم کو واضح کر دے تو فھو المراد۔

آپ نے صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے کہ...... اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت لاحق ہوئی کہ دین کا کچھ حصہ ایک قسم کی وحی (تنزیل) کے ذریعے نازل کرے اور کچھ حصہ دوسری قسم کے ذریعے......؟

یہی سوال ترتیب و الفاظ قرآنی کے متعلق بھی ہوسکتا ہے کہ...... خدا کو کیا ضرورت لاحق ہوئی کہ غیر متبدل دین کا ایک حصہ (الفاظ قرآنی) تو وحی سے نازل کرے اور اسی غیر متبدل دین کے دوسرے حصے یعنی ترتیب کو (جو بجائے خود ہزاروں معانی کی حامل ہے) بصیرت رسول پر چھوڑ دے؟ اگر یہ ترتیب عقلی ہے جیسا کہ حضرت برق پی ایچ ڈی فرماتے ہیں تو یقیناً یہ بھی دوسرے عقلی فیصلوں کی طرح متبدل ہوگی اور پھر وہی سوال پیدا ہوگا کہ دین کے ایک جز (الفاظ، آیات اور سور) کو خدا نے غیر متبدل بنا دیا اور دوسرا جز (ترتیب) متبدل ہی رہا۔ کیا آپ تیار ہیں کہ ''بوقت ضرورت'' قرآنی ترتیب میں کچھ مناسب عقلی ترمیم کر دی جائے جس طرح رسول کے بہت سے عقلی فیصلوں میں کی جاتی رہی؟ اگر نہیں تو نبوی عقل اور نبوی وحی دونوں ہی غیر متبدل ہوئے اور یہ آپ کو بھی تسلیم نہیں۔

اب یا تو قرآن ہی سے ترتیب قرآنی کا ثبوت پیش کیجئے (خواہ ترتیب نزول کی پوری تاریخ کو غلط ماننا پڑے) یا پھر کوئی ایسی حقیقت تسلیم کیجئے جو عقل نبوی سے اوپر اور وحی (تنزیل) کے نیچے ہو۔ آخری نتیجہ وہی نکلے گا الہام...... فالھمھا الخ والا الہام نہیں۔ وہ الہام جسے ہم بطور اصطلاح استعمال کر رہے ہیں۔

آپ یقین کیجئے اسے تسلیم کر لینے سے کوئی نقصان نہیں کیوں کہ یہ خود بخود چند چیزوں میں بند ہوکر رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ میرے مضمون کی ترمیم کردہ طباعت ثانیہ سے معلوم ہو سکے گا۔

والسلام

محمد جعفر

غلام احمد پرویز کے خطوط جعفر شاہ پھلواری کے نام

جناب غلام احمد پرویز صاحب کا جواب

(۱)

محترمی سلام مسنون' ابھی ابھی خط ملا اور جواب اسی وقت لکھ رہا ہوں۔ اس لئے کہ آپ کے اس فقرے نے کہ ''آپ نے میرے موقف کو اور زیادہ پختہ کر دیا'' مجھے خوفزدہ کر دیا کہ سابقہ خط میں میری تحریر کا کوئی نقص کہیں مجھے اس کا ذمہ دار نہ بنا دے کہ میں نے ایک اتنی بڑی غلطی کی پختگی میں اعانت کر دی۔ اس لئے اس خط میں ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا مافی الضمیر آپ پر روشن ہو جائے۔ اسکے بعد آپ کو اختیار ہے کہ جو مسلک چاہے اس پر کاربند رہیں' اس میں کم از کم میری ذمہ داری تو شریک نہیں ہوگی۔

میرے نزدیک سوال دو ہیں اور الگ الگ:

۱۔ خدا نے غیر انبیاء (مثلاً ام موسیٰ) کی طرف کوئی اشارات بھیجے تو کیا ان کے لئے قرآن نے وحی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو کیا یہ وہی وحی ہے جو انبیاء کو دین کے طور پر دی جاتی تھی اور جس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اس سوال کا جواب صاف نہیں کہ اس قسم کے اشارات کے لئے قرآن نے وحی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جب کہ نحل کی طرف بھی وحی کی گئی ہے لیکن یہ وحی وہ نہیں جو حضرات انبیاء کی طرف دین کی حیثیت سے نازل کی جاتی تھی (ام موسیٰ والا مسئلہ یہاں سے حل ہوتا ہے)۔

۲۔ کیا رسول اللہ کو اس وحی کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے کسی اور ذریعے سے بھی دین کے احکام ملے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہاں' الہام کے ذریعے ملے تھے۔ عبادات کی تفصیل دین کے احکام ہیں۔ وہ قرآن میں ملفوظ وحی کی رو سے نہیں ملے تھے۔ الہام کے ذریعے ملے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضور کو وحی قرآن کے علاوہ دین کے احکام الہام کے ذریعے بھی ملے ہوں۔ قرآن سے الہام کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا۔

میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ قرآن سے اس امر کی سند لائیے کہ رسول اللہ کو خدا کی طرف سے کچھ ایسا بھی ملا تھا (اسے الہام کہہ لیجئے یا کچھ اور) جو قرآنی وحی میں نہ تھا۔ آپ اس کی سند نہیں پیش کر سکے۔ لیکن آپ یہ فرماتے ہیں کہ بتاؤ قرآن کی ترتیب وحی کے مطابق ہوئی تھی یا نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ بالکل وحی کے مطابق تھی۔ یہ ترتیب خود خدا نے متعین کی تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ بتاؤ قرآن میں یہ الفاظ کہاں لکھے ہیں کہ فلاں سورت کو فلاں مقام پر رکھ لو۔

میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ اس آیت کی ترتیب ہی اس وحی کا مقصود تھا سو وہ پورا ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ دیکھ لو میرا دعویٰ ثابت ہو گیا کیوں کہ تم خود مانتے ہو کہ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں لکھی ہوئی نہیں ہے۔

آپ خیال فرمایئے کہ جس نتیجہ پر آپ پہنچ رہے ہیں مناظرانہ پہلو سے آپ اسے ٹھیک قرار دے لیں تو اور بات ہے لیکن کیا ان دونوں صورتوں میں کوئی مطابقت بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل کی وساطت سے وحی کی کہ فلاں آیت فلاں مقام پر آئے گی۔ حضورﷺ نے اس آیت کو اس مقام پر رکھ لیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں وحی کا منشاء پورا ہو گیا۔ اس کے لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیا کہ زکوٰۃ دو اسے قرآن میں لکھ لیا گیا پھر حکم دیا کہ اڑھائی فیصدی دو۔ اسے نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح جس طرح یہ نہیں لکھا گیا کہ فلاں سورت کو فلاں جگہ رکھ لو۔

میں عرض کروں گا کہ اب پھر غور فرمایئے کہ کیا یہ صورت وہی ہے جو ترتیب قرآن کی شکل میں تھی؟ ''اڑھائی فیصدی'' دین کا حکم ہے مستقل حکم، قیامت تک کے لئے خدا کا فریضہ۔ ان الفاظ کے نہ لکھنے سے اس حکم کا منشاء پورا ہی نہیں ہو سکتا، برعکس اس کے ترتیب آیات والی سورت میں وحی کے حکم کے لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے وہ میرے نزدیک ایسا ظاہر ہے کہ اس کے متعلق کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہیں۔

میں پھر اسے دہرا دینا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک دین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہنا تھا وہ قرآن کے اندر لکھ دیا گیا۔ اس کے علاوہ دین کسی اور ذریعے سے نہیں ملا۔ مجھے قرآن سے اس کی سند نہیں ملتی۔ وحی تنزیل اور وحی الہام کی تقسیم قرآن میں نہیں۔ وہاں رسول اللہ کی طرف ایک ہی وحی کا ذکر ہے۔

میں پھر عرض کروں گا کہ الہام اور وحی غیر متلو میں صرف الفاظ کا فرق ہے۔ حقیقت دونوں کی ایک ہے اس میں ''ایک طرح سے مشابہت'' نہیں بلکہ مشابہت کلی ہے۔ یہی دعویٰ تو وحی غیر متلو کے مدعیان کا ہے یعنی رسول اللہ کو دین کا ایک حصہ اس وحی کے ذریعے سے ملا جو قرآن میں ہے اور دوسرا حصہ اس ذریعے سے جو قرآن

میں نہیں ہے۔

یہی آپ فرماتے ہیں۔

پرویز

☆☆☆

مخدومی المحترمی!

سلام مسنون!

میرا خیال تھا کہ آپ کا گرامی نامہ نیازی صاحب کے حواشی کے ساتھ موصول ہوگا لیکن وہ تنہا ہی آیا۔

۲۔ اگر آپ قرآن میں مزید غور فرمائیں گے تو مجھے پورا یقین ہے کہ الہام کے متعلق آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔ قرآن سے مجھے اس کا ثبوت کہیں سے بھی نہیں ملتا۔

۳۔ ام موسیٰ کے متعلق اگر آپ میرے مضمون کے صفحہ ۵۹ کے چند سطور اور پڑھ لیتے تو آپ کو اس تفصیل سے لکھنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ میں نے تو خود ہی لکھ دیا تھا کہ اُم موسیٰ کی طرف وحی منجانب اللہ تھی۔ یونہی جی میں آئی ہوئی بات نہ تھی۔ صفحہ ۵۹ کے نیچے اور صفحہ ۶۰ کے اوپر کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

۴۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے مقالے میں بہت سی تفاصیل لکھی ہیں جس کا پہلا بنیادی قدم ہے الہام کا اعتراف اس کے بعد اگر کوئی بہتر حل نکل آئے تو کسے عذر ہوسکتا ہے۔ یعنی آپ الہام کا اعتراف اس لئے نہیں کرتے کہ اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے بلکہ اس لئے کہ آپ کے پیش نظر کچھ اشکال ہیں جن کا حل الہام کے اعتراف سے مل جاتا ہے۔ اگر آپ کے ان اشکال کا حل الہام کے علاوہ کسی اور صورت میں مل جائے تو پھر آپ کو الہام کے انکار سے عذر نہیں ہوگا۔

یہ مسلک

کہ ذوقِ بندگی پروردگارے کردہ ام پیدا

باقی! اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں۔

۵۔ معاف فرمائیے۔ میں ابھی تک یہی سمجھ رہا ہوں کہ آپ کی الہامی وحی اور روایت پرستوں کی وحی غیر متلو میں اصولاً کوئی فرق نہیں۔ فرعاً صرف یہ فرق ہے کہ وہ وحی غیر متلو کو تمام گوشوں پر حاوی قرار دیتے ہیں لیکن آپ الہامی وحی کو صرف عبادات تک محدود سمجھتے ہیں۔ اس فرق سے اصل میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ جہاں تک میرا فہم قرآن میری راہنمائی کرتا ہے۔ مجھے قرآن سے صرف ایک ہی قسم کی وحی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہی جس کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔

۶۔ ترتیب قرآن کے متعلق آپ کے ذہن میں جو اشکال ہے اسے میں اچھی طرح نہیں سمجھ سکا۔ قرآن کی ترتیب نزولی ہو یا نزول کی ترتیب سے مختلف دونوں صورتوں میں وحی کے مطابق عمل میں آتی ہے (کتاب بلا

ترتیب کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا درآنحالیکہ مرتب نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ ان علینا جمعہ) اگر ترتیب نزول یہی تھی جس ترتیب میں قرآن ہمارے سامنے ہے تو اس صورت میں غالباً آپ کو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوگا۔ اگر ترتیب مختلف تھی تو نزول آیت سے پہلے جبریل یہ کہہ دیتے ہوں گے کہ اس آیت کا مقام فلاں ہے۔ غالباً آپ کا اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ بات وحی کی رو سے تھی تو ان الفاظ کو قرآن کے اندر موجود ہونا چاہئے۔

لیکن سوچئے کہ کیا ان الفاظ کو قرآن کے اندر درج کرنے کی ضرورت تھی؟ اگر آپ کسی کو کوئی مضمون املا کراتے ہوں دوران املا میں یہ کہیں کہ اس پیراگراف کو فلاں پیراگراف کے بعد لکھنا تو کیا مضمون نویس اس مضمون میں آپ کے یہ الفاظ بھی درج کر دے گا؟ وہ صرف یہ کرے گا کہ اس پیراگراف کو اس کے بیان کردہ مقام پر رکھ دے گا۔ اس کے لئے وحی کی ایک نئی قسم ماننے کی ضرورت کیسے لاحق ہوگئی؟

۷۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ ''یقین کیجئے اسے تسلیم کر لینے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا''۔ سوال یہ نہیں ہے کہ اس سے نقصان ہوتا ہے یا فائدہ۔ (یا اس سے بہت سی مشکلات کا حل مل جاتا ہے جیسا کہ آپ نے پہلے فرمایا ہے) سوال یہ ہے کہ اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے تو اس سے ہزار نقصان ہوں اور لاکھ مشکلات لا ینحل رہ جائیں۔ وہ چیز اپنے مقام پر موجود رہے گی اور اس کا ماننا ہمارا ایمان۔ لیکن اگر اس کا وجود قرآن سے نہیں ملتا تو اس کے لئے یہ دلیل کہ اس کے ماننے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ بہت سی مشکلات کا حل مل جاتا ہے میرے نزدیک کوئی دلیل نہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ خط میں زیادہ تفصیل سے نہیں لکھ سکتا۔ آپ کے لئے یہی اشارات کافی ہوں گے۔ آپ ان پر پھر غور فرمائیے اور اگر اس کے باوجود آپ کا اطمینان نہ ہو تو کبھی ملنے پر خدا چاہے تفصیل سے گفتگو ہو سکے گی۔

امید آنکہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ مجھے افسوس رہا کہ لاہور میں پھر آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ میرے پاس وقت بہت ہی کم تھا اور ہجوم مشاغل بہت زیادہ۔ ورنہ میں ضرور حاضر خدمت ہوتا۔ آپ سے بھی نہ مل سکا اور نیازی صاحب سے بھی نہ۔ اس کا مجھے افسوس رہا۔ آپ کے کراچی آنے کا کیا رہا؟

نیازی صاحب سے ملنا ہو تو سلام عرض کر دیں۔ آپ کا پتہ درج نہ تھا اس لئے آپ کے سرکاری پتہ پر خط بھیج رہا ہوں۔

والسلام
پرویز
۴/نومبر

☆☆☆

ایک شکایت رنگیں بھی سن لیجئے۔

آپ نے پہلے خط بھی لکھا تھا اور اس خط میں پھر دہرایا ہے کہ میں اگر یوں کہتا ہوں تو اس پر خفگی ہوتی ہے''۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کے دل میں خفگی کا احساس کیوں پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے یا کسی اور صاحب کے نزدیک جو مسلک بھی حق وصداقت کا ہے انہیں حق حاصل ہے کہ اس مسلک کو اختیار کریں۔ یہ چیز میرے لئے وجہ خفگی کیوں ہو! آپ سے میرا متفق نہ ہونا (یا آپ کا مجھ سے متفق نہ ہونا) خفگی کس طرح کہلا سکتا ہے۔

Arthor Geffery کی کتاب کا اشتہار میں نے دو ماہ ہوئے دیکھا تھا۔ اسی وقت ولایت آرڈر بھیج دیا۔ لیکن کتاب اس وقت تک نہیں آئی۔ مجھے اس کا خیال پہلے بھی تھا لیکن اب آپ کے خط سے اور بھی بڑھ گیا۔ ولایت والی کتاب آتی رہے گی۔ ایک جوابی پوسٹ کارڈ بھیج رہا ہوں۔ نیازی صاحب سے کہئے کہ جہاں سے کتاب خریدی ہے انہیں خط لکھ دیں کہ کتاب مجھے وی پی بھیج دیں اور مجھے اطلاع دے دیں۔ ان کا اور آپ کا شکرگزار ہوں گا۔ ''سبعہ حروف'' والی روایت خالص رفض کی اختراع ہے اور میں اس سے پہلے بھی اس طرف اشارہ کر چکا ہوں۔

مجھے کتاب بھجوانے کا انتظام جلد فرما دیجئے۔

نیازی صاحب کے ''سبع معلقہ'' (سات مضامین جن کا آپ نے ذکر کیا تھا) کہاں ہیں! ''معلق''؟

پرویز

پتہ میرا یہ ہے۔ کہیں لکھ رکھئے:

۲۳/۱ فاؤلر لائنز، نیپئر بارکس، کراچی نمبر۴

☆☆☆

(۳)

۹-۵-۵۷

محترمی شاہ صاحب، السلام علیکم!

آپ کے دونوں خطوط میرے سامنے ہیں۔ میں جو کچھ لکھنا چاہتا تھا محترم عرشی صاحب کے زبانی پیغام کو اس پر اس لئے ترجیح دیتا تھا کہ وہ دل کی بات دل کی زبان سے کہہ سکیں گے اور دوسرے اس لئے کہ اصل مقصد تک آنے سے پہلے جس طولانی تمہید کو ضروری خیال کرتا تھا اس کی زحمت سے بچ جاؤں گا۔ بارے الحمد کہ آپ کے خط نے اس زحمت سے مجھے بچا لیا اور اب میں نہایت مختصر الفاظ میں براہ راست صرف مطلب تک آ سکتا ہوں۔

محترمی! میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم لوگ جب دین کے بارے میں اپنا کوئی خیال شائع کرتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ آپ کے خیالات کا مطالعہ کرنے والوں میں

کتنے لوگ ایسے ہیں جو آپ کی ہر بات کو صحیح اور سند سمجھ کر اپنے خیالات کو اس کے مطابق بدل لیتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے خیال کی اشاعت سے ہم ان لوگوں کے خیالات کی تبدیلی کی ذمہ داری بھی اپنے سر لے لیتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ ہم اگر کوئی بات حقیقت کے خلاف کسی مصلحت یا سیاست کے تابع کہہ دیں تو اس کے نتائج کتنے دوررس ہوں گے۔

میں آپ کی تحریروں میں یہی چیز محسوس کررہا تھا اور اب آپ نے اپنے خط میں خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ آپ بہت کچھ مصلحتاً اور سیاستاً لکھ دیتے ہیں۔ میرے نزدیک دین کے معاملہ میں ہمیں ایک لفظ بھی اس طرح نہیں لکھنا چاہئے۔ اگر آپ کی یہ سیاسی مجبوری موجودہ ملازمت کی مجبوری ہے تو اس کے متعلق مجھے لکھئے۔ ممکن ہے ہم اس کا کوئی حل دریافت کرسکیں۔ لیکن جب تک یہ حل نہ مل سکا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ دوسروں کو مواد مہیا کردیا کریں لیکن اپنے نام سے ایسی بات نہ لکھا کریں۔

آپ جس انداز سے چاہتے ہیں کہ آپ مولوی کو اس طرف لے آئیں وہ انداز یکسر ناکام ہے۔ اس سے مولوی تو ادھر آ نہیں سکتا لیکن آپ ہنستے ہی ہنستے حق سے کہیں دور چلے جاتے ہیں۔ آپ مثال کے طور پر کتاب وحکمت والے مضمون میں دیکھئے۔ آپ نے قرآنی حکمت کو سنت رسول اللہ کے مرادف قرار دے دیا حالانکہ قرآن نے حکمت کو منزل من اللہ اور وحی متلو قرار دیا ہے یعنی حکمت خود قرآن کا ایک حصہ ہے۔ سنت کو اس کے مترادف قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ سنت خود منزل من اللہ ہے اور وحی کا ایک جزو۔ اب اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مولوی یہ کہے گا کہ دیکھئے خود جعفر صاحب بھی سنت کو وحی پر مبنی مانتے ہیں اور وہ بھی وحی غیر متلو پر نہیں بلکہ وحی متلو پر۔ اب جب آپ اس سے انکار کریں گے تو وہ کہے گا کہ پھر اس طرح کے مغالطہ پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ دوسری طرف سنت کو وحی نہ ماننے والے یہ کہیں گے کہ آپ نے وہی قدامت پرستی کا مسلک اختیار کرلیا کیوں کہ کتاب سے قرآن اور حکمت سے سنتِ نبوی مراد لینا مدت سے اہل حدیث کا مسلک چلا آرہا ہے۔ اس طرح ''عجیب زاویۂ نگاہ'' والے مضمون میں آپ نے نئی تفاسیر کے حامیوں پر اعتراض کرکے اپنے سیاسی تقاضے کو پورا کردیا لیکن دو ہی اشاعتوں کے بعد اللہ اور رسول سے مراد اسلامی اسٹیٹ لے کر اہل علم کے سامنے ایک عجیب حیثیت سے کھڑے ہوگئے۔ یعنی اس حیثیت سے کہ جس بات کو دوسروں کے ہاں قابل اعتراض قرار دیتے ہیں اس پر خود بھی عامل ہیں۔

اس سے آگے بڑھئے تو اس مضمون سے آپ نے قدامت پسند لوگوں کو اس پر تو بے شک مطعون کردیا کہ وہ اسلاف کے بعض مطلب کو اختیار کرتے ہیں اور

بعض سے انکار لیکن قرآن کے باطنی معنی کے امکان بلکہ وجود کا اقرار کر کے آپ نے قرآن کی جڑ بنیاد ہی کو کھود دیا۔

میں نے یہ دو ایک باتیں بطور مثال پیش کر دی ہیں ورنہ آپ کی تحریروں سے اس قسم کی بہت سی چیزیں سامنے آ سکتی ہیں۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ جب تک آپ اس پر مختار نہ ہوں کہ جس بات کو آپ دل سے صحیح مانیں صرف اس کو شائع کریں آپ اپنے نام سے دینی معاملات میں کچھ نہ لکھا کریں اور جب کچھ لکھیں تو پھر اس میں سیاست و مصلحت کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔

آپ کی جرأت دلانے پر میں نے اتنا کچھ بالکل لٹھ مانے کے انداز پر لکھ دیا ہے اس احساس کے ماتحت کہ یہ پرویز کا خط جعفر شاہ صاحب کے نام ہے۔

لغت کے متعلق آپ کا شرارت آمیز مشورہ دلچسپ ہے لیکن میں اس قسم کی شرارتوں کی جرأت کبھی کرتا نہیں۔ یہاں مولانا طلحہ صاحب سے کچھ بات چیت ہو رہی ہے۔ ان کی سفارش مولانا میمن صاحب نے کی تھی۔ شاید معاملہ طے ہو جائے۔ میں ان لوگوں کو صرف لغت کا حصہ دکھانا چاہتا ہوں۔ جہاں تک قرآنی تفسیر کا تعلق ہے یہ نہ مجھ سے متفق ہو سکتے ہیں نہ میں ان سے اس کی توقع کرنا چاہتا ہوں۔

امید آنکہ آپ خیریت سے ہوں گے اور عرشی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ اتواری برادری ہمیشہ آپ کو یاد کرتی ہے اور بہت بہت سلام بھیجتی ہے۔

والسلام

پرویز

☆☆☆

لغات القرآن سے متعلق مراسلت:
جناب پرویز صاحب کے خطوط
بنام جعفر شاہ پھلواری

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم! میں آپ کو خط لکھنے ہی والا تھا کہ کل عرشی صاحب نے آپ کا کارڈ دکھایا۔ ''لغات القرآن'' کی طباعت سے پہلے اسے کسی ''ادبی اور نحوی'' کو دکھانے کی تجویز سے میں شروع ہی سے متفق ہوں۔ زیادہ اس لئے کہ اس سے ہمارا قدامت پسند طبقہ مطمئن ہو جائے گا اور ان کے اطمینان سے اس کا افادی دائرہ وسیع ہو جائے گا لیکن اتنی کوشش کے باوجود ابھی تک مجھے اس میں کامیابی نہیں ہو سکی۔

موزوں حضرات کی زرطلبی میری وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے قوم سے مدد مانگی جائے۔ لیکن کون سی قوم سے؟ ہماری قوم کو تو یہ سکھایا گیا ہے کہ قرآن کا نام لینے والوں کی زبان کاٹ ڈالنا جہادِ عظیم ہے۔ اس قوم سے قرآن کے نام پر کچھ مانگنا حقائق سے چشم پوشی ہے۔

عرشی صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ لاہور میں مولانا ابوالبرکات صاحب بہت بڑے ادیب اور نحوی مشہور ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اس کا علم نہیں اگر آپ کو اس کا علم ہو اور آپ اس سے متفق ہوں تو ان سے بات کر کے دیکھئے۔ اس لغت میں ان کے کرنے کا کام زیادہ نہیں ہوگا۔ مقصد صرف ان کے ''سرٹیفکیٹ'' سے ہے۔ دوسرا نام مولانا ناظم ندوی (حال پرنسپل دارالعلوم' بہاولپور) کا لیا جاتا ہے۔ اگر آپ ان سے واقف ہیں تو ان سے پوچھ کر دیکھئے۔

اگر ان میں سے کوئی صاحب اصولاً تیار ہوں تو تفاصیل میں ان سے طے کرلوں گا۔

کیا آپ نے کراچی والوں سے بالکل قطع تعلق کرلیا؟ اگر میں یہ خوشخبری سناؤں کہ دیس بھیرویں اور بیلو کے بہترین ریکارڈ ایسے ہیں جو آدھا آدھا گھنٹے تک مسلسل بجتے ہیں تو کیا یہ بھی آپ کو کراچی آنے کے لئے آمادہ نہ کرسکیں گے؟

احباب ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔

پرویز

۲۰/اپریل

☆☆☆

(۲)

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم!

لاہور سے جو کھانسی لے کر چلا تھا وہ ابھی تک ستا رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ عام کمزوری کا اثر ہے۔

۲۔ آپ کو بھی میں نے اس مرتبہ معمول سے زیادہ کمزور پایا۔ لاہور میں ملاقات کچھ ''کوچۂ غیر میں گاہے سرراہے گاہے'' قسم کی ہوئی کہ کوئی بات ہی نہ ہوسکی۔ خدا کرے اب آپ خیریت سے ہوں۔ مجھے خیریت سے مطلع فرمائیے گا تاکہ تشویش نہ رہے۔

۳۔ آپ نے طٰہٰ حسین کی کتاب کا ترجمہ بہت اچھا کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام کس قدر مشکل تھا۔ لیکن آپ اس میں بہت کامیاب رہے۔ مجھے (اردو میں) کتاب کا عنوان کچھ جچا نہیں۔

۴۔ میں نے سال گزشتہ طٰہٰ حسین کی مشہور کتاب الفتنۃ الکبریٰ (دو جلد) کا ترجمہ کرایا تھا۔ ترجمہ اچھا رواں ہے لیکن ہمارے بجٹ میں کتاب کی اشاعت کی گنجائش نہیں نکل سکی۔ اگر آپ کا ادارہ اسے شائع کرنا چاہے تو یہ ترجمہ اسے دیا جا سکتا ہے۔ ہم نے مترجم کو دونوں جلدوں کا جو قریب پانصد صفحات پر مشتمل ہیں قریب پندرہ سو روپے معاوضہ دیا تھا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کی بابت وہاں بات کر کے مجھے مطلع فرمائیے۔

۵۔ میری لغات القرآن کا معاملہ ابھی تک وہیں کا وہیں ہے۔ مولانا کاشغری صاحب اسے دیکھنے پر آمادہ ہوئے تو ایسی شرائط کے ساتھ جس کا پورا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے سولہ روپیہ فی صفحہ معاوضہ مانگا۔ کتاب قریب دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ یعنی تیس ہزار روپے معاوضہ! لہٰذا وہ خیال چھوڑ دینا پڑا اور کوئی کام کا آدمی ملا نہیں یا وہ رضامند نہیں ہوا۔ لہٰذا آپ کے پیش نظر جو مقصد تھا (کہ کسی مشہور لغوی یا نحوی کا نام اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو مفید رہے گا) وہ پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ کتاب کی اشاعت میں غیر ضروری تاخیر ہو رہی ہے اور لوگوں کے تقاضے بڑھ رہے ہیں۔ اندریں حالات ہمیں دوسرا طریقہ اختیار کر لینا چاہئے۔ یعنی خود اپنا اطمینان کر لیں کہ اس میں علمی نقطہ نگاہ سے کوئی خاص کمزوری نہیں رہ گئی۔ اس کے لئے اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم آپ مل کر کچھ کریں۔ میں نے اس پر نظر ثانی کے بعد مسودہ کو صاف کر لیا ہے۔ اب اگر آپ اسے ایک نظر دیکھ لیں تو اپنا اطمینان ہو جائے گا۔ میرے لاہور آنے میں ابھی کچھ وقت ہے اس لئے اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ مسودہ کو اقساط میں آپ کے پاس بھیجتا جاؤں اور آپ دیکھ کر اسے واپس کرتے جائیں۔ میں وقت کی قیمت کا قائل ہوں۔ جتنا وقت آپ اس پر صرف کریں گے اتنے وقت میں آپ کچھ اور کام کریں گے تو اس کا آپ کو معاوضہ ملے گا۔ اس لئے یہ غلط ہوگا کہ آپ کو صرف کردہ وقت کا معاوضہ نہ ملے۔ اس لئے میں اس کے معاوضہ میں ضرور کچھ پیش کروں گا جسے آپ کو قبول کرنا ہوگا۔

یہ کام کرنے کا ہے اور جلد کرنے کا۔ اس لئے مجھے جلدی مطلع فرمائیے کہ اس کی بابت پروگرام کیا رکھا جائے۔

اگر آپ لاہور کی سردیوں سے بچنے کے لئے کراچی آ سکتے ہیں تو یہ کام دو تین مہینے میں مکمل ہو سکتا ہے اس کے لئے اگر وہاں سے بلا تنخواہ بھی رخصت مل جائے تو لے لینی چاہئے۔

فرمائیے کیا خیال ہے۔

عرشی صاحب یہاں آتے ہی بیمار ہو گئے اب اچھے ہیں۔ اگرچہ کمزور بہت ہیں۔

احباب آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

والسلام
پرویز
۱۹/۸

☆☆☆

(۳)

مرکز تحقیقات قرآنیہ و ادارہ طلوع اسلام'

ڈائریکٹر غلام احمد پرویز'

بی/۱۵۰' پی ای سی ایچ ایس' کراچی

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم۔ لغت کے چند

ابتدائی اوراق حاضر خدمت ہیں۔ یہ اوراق یہاں ایک صاحب نے دیکھے تھے۔ سرخ روشنائی میں کہیں کہیں ان کے ریمارکس ہیں۔ اس سلسلہ میں ضروری امور یہ ہیں کہ:

۱۔ اس میں ایک حصہ وہ ہے جس کا تعلق صرف لغت سے ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں میں نے لغوی معانی کی روشنی میں قرآن کی آیات کا مفہوم متعین کیا ہے۔ جہاں تک پہلے حصہ کا تعلق ہے اس کا مدار سند پر ہے (سند میں میں نے لغت کی بعض مستند کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ ان سب کے حوالے ساتھ دیئے گئے ہیں) اس حصہ میں تو صرف اتنا دیکھنا ہے کہ کہیں لغوی سقم تو نہیں رہ گیا۔

دوسرا حصہ استنباطی ہے اور میرا اپنا۔ یہ تو ضروری نہیں کہ کوئی شخص اس حصہ سے کاملۃً متفق ہو۔ لیکن اس میں دیکھنا یہ ہوگا کہ کسی مقام پر لغت یا نحو سے بُعد تو نہیں ہو گیا۔

۲۔ لغت میں میرے پیش نظر حصر یا استقصا نہیں تھا۔ میں نے صرف اس حد تک معانی دیئے ہیں جس حد تک ان کا استعمال قرآن میں آیا ہے اس لئے اگر کسی لفظ کے استعمال کے بعض پہلو مسودہ میں دکھائی نہ دیں تو یہ سمجھ لیا جائے کہ ایسا دانستہ کیا گیا ہے۔ البتہ اگر کوئی پہلو ایسا ہو جس کا استعمال قرآن میں آیا ہے اور وہ لکھنے سے رہ گیا ہو تو اسے بڑھا دیا جائے۔

۳۔ آپ اس مسودہ میں ترمیم، تنسیخ، حک، اضافہ، ریمارکس، سب کچھ کر سکتے ہیں۔ (بہتر ہو کہ جو کچھ لکھیں سرخ روشنائی سے لکھیں اور پہلے سرخ روشنائی میں ریمارکس کاٹ دیں)۔

۴۔ اسے اس نگاہ سے دیکھئے کہ مخالفین کے سامنے جائے تو وہ (لغات القرآن) سے بے شک اختلاف کریں لیکن کسی علمی سقم کی گنجائش نہ پا سکیں۔

۵۔ میں ۲۹/ دسمبر کو لاہور آ رہا ہوں۔ آپ اس وقت تک ان صفحات کو دیکھ لیں۔ اس کے بعد کا حصہ میں اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ اس وقت تمام باتیں تفصیل سے کر لی جائیں گی۔

۶۔ اگر آپ ''اپنوں میں سے'' کسی سے کسی نکتہ کی بابت مشورہ کرنا چاہیں تو اپنے طور پر کر لیں۔ مسودہ کو اپنے پاس امانت سمجھیں۔ لاہور میں اس کے متعلق چرچا نہ ہونے پائے۔ وہاں بہت سے لوگوں کی اس پر نگاہیں ہیں۔ والسلام

پرویز
۱۶/۱۲/۵۷

مکرر، ابھی ابھی آپ کا خط ملا ہے، شکریہ۔ آج کل یہاں ایک بنگالی قابو آیا ہوا ہے۔ ظالم اس قدر پرتاثیر گاتا ہے کہ پورا وقت آپ کی کمی محسوس ہوتی رہی ہے۔

☆☆☆

(۴)

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم! گرامی نامہ ملا۔ کل لغات کے مسودہ کا ایک اور جزو بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کل تک آپ کو مل جائے گا۔ میں اب مسودے جلدی جلدی بھیجتا جاؤں گا اور واپس منگانے کا انتظام بھی کرالوں گا۔

۲۔ یہ ''بستان'' حضرات ادب ولغت کے معاملے میں بہت آگے نظر آتے ہیں۔ میرے پاس پطرس بستان کا لغت موجود ہے۔ اسے میں نے بہت عمدہ پایا ہے۔ اس کا دائرۃ المعارف بھی مشہور ہے۔ اب آپ نے عبداللہ بستان کے لغت کا ذکر کیا ہے۔ اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا اور مقدمہ کی ترتیب میں اس سے کام لوں گا۔ جہاں تک اصل لغت کا تعلق ہے اس میں اب مزید اضافوں کی ضرورت نظر نہیں آتی۔

۳۔ اصلاحی صاحب کو میں نے اپنے ہاں قیام کی دعوت دے دی تھی۔ ان کا جواب نہیں آیا۔ کل کمیشن کی میٹنگ ہے اس میں ان سے دریافت کروں گا۔ میں نے اختلاف رائے کو کبھی انسانی روابط کے راستے میں حائل نہیں ہونے دیا۔ میرے تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی بہت عمدہ مراسم رہے ہیں۔ ہندوستان میں کئی ہندوؤں نے مجھے اپنے بچوں کا نگراں (Godfather) بنا رکھا تھا۔ لیکن جن لوگوں کے متعلق مجھے یقین ہو جائے کہ وہ دین کے ذریعے دکانداری کرتے ہیں' دین کے معاملہ میں ان سے مفاہمت نہیں کرتا اور کبھی نہیں کرتا۔ اصلاحی صاحب کے متعلق میرا ایسا گمان ہے کہ وہ جماعت اسلامی میں معاش کی تلاش میں ضرور پہنچے تھے لیکن انہوں نے دکانداری نہیں کی۔ میں نے ان کے خلاف آج تک کوئی نامناسب لفظ نہیں لکھا نہ کبھی میری طرف سے ایسا ہوگا۔

اتواری برادری ہمیشہ آپ کو یاد کرتی رہتی ہے اور سلام کہتی ہے۔ وہ مومنہ بچی جو اپنی محبت سے پاس بلانا چاہتی ہے دعاؤں سے اس سے ہمارا سلام کہئے۔ رسماً تو اس سے دعا کہنا چاہئے لیکن وہ دعاؤں کی حد سے بہت آگے ہے اس لئے اسے سلام ہی کہنا چاہئے۔

والسلام

پرویز ۱/۲۹

مکرر میں نے اپنے ایک عزیز خورشید احمد کو لکھا ہے کہ وہ آپ سے لغت کا مسودہ لے جایا کرے۔ اس کے پاس یہ کارڈ دیکھ لیں اور مسودہ دے دیں۔ انتظام اچھا رہے گا وہ کوارٹروں میں رہتا ہے۔

پرویز
۱/۲۹

☆☆☆

(۵)

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ ابھی ابھی ملا۔ اور اسی وقت

جواب لکھ رہا ہوں اس لئے کہ اس سے میرے دل پر جو ایک ذرا سا بوجھ آ گیا ہے چاہتا ہوں کہ وہ ابھی دور ہو جائے۔

۲۔ میں نے پہلے بھی اور اپنے سابقہ خط میں بھی جو رائے مشورہ عرض خدمت کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ آپ جو کچھ لکھتے ہیں وہ سب عقیدۃً نہیں لکھتے بلکہ مصلحتاً اور سیاستاً بھی لکھتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ نے اب تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے افکار اور قلم پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں تو یہ امر موجب مسرت و اطمینان ہے۔ میری حقیر رائے کا مفہوم بھی یہی تھا کہ آپ جو کچھ دینیات سے متعلق لکھیں آزادانہ لکھیں۔

آپ نے یہ غلط سمجھا کہ جن امور میں آپ مجھ سے اختلاف رکھتے ہیں ان کی بابت میری یہ رائے ہے کہ آپ ادارہ کی مصلحتوں کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ مجھ پر کون سی وحی نازل ہوئی ہے جو کوئی شخص مجھ سے آزادانہ اختلاف رکھنے کا مجاز نہیں قرار پا سکتا؟ بہرحال یہ تھا وہ بوجھ جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری غلط فہمی سے اگر کوئی بات آپ کے لئے وجہ کبیدگی ہوگئی ہو تو آپ پہلے درگزر فرمائیں گے۔ دوست اور آپ جیسے دوست کے لئے کسی نوعیت سے بھی باعث کبیدگی بن جانا میرے ''مذہب'' میں حرام ہے۔

لغات القرآن کا مقدمہ میں نے ابھی نہیں لکھا۔ میں عادتاً اپنی کتابوں کا مقدمہ ان کی طباعت کے وقت لکھا کرتا ہوں۔ لغات کے مسودہ میں ضروری ترمیمات اور اضافے ہو رہے ہیں۔ صاف ہو جانے پر کچھ ورق ارسال خدمت ہوں گے۔ میں Colloquium میں شرکت کے لئے ۹/ دسمبر تک لاہور پہنچ رہا ہوں۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ غالباً آپ بھی اس میں کوئی پرچہ پڑھ رہے ہیں۔ یہ خبر مسرت افزا ہے۔ احباب سلام کہتے ہیں اور ''بہت کچھ'' آپ کا انتظار کر رہا ہے۔

والسلام

پرویز

۱۱/۱۲

☆☆☆

(۶)

محترمی شاہ صاحب! السلام علیکم!

رسید پہلے لکھ چکا ''رسیدا'' اب بھیجتا ہوں۔

ہم نے اپنے پرانے گھروں میں دیکھا کہ چالیس سال سے اوپر جا کر ''مرد کا سب'' (کمانے والا) کے لئے ہنڈیا الگ پکا کرتی تھی' اس وقت تو اس تمیزی برتاؤ کے خلاف جذبات ابھرتے تھے لیکن اب جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں بڑی مصلحت تھی۔ یہ بھی درحقیقت باقی افرادِ خانہ ہی کے حق میں تھا۔ ''مرد کا سب'' کو یقیناً

اتنا ملنا چاہئے جس سے وہ جینے اور کمانے کے قابل رہے۔ اس کا التزام ضرور رکھئے۔ کتاب وسنت دونوں کے لحاظ سے یہ ضروری ہے۔

''الفتنۃ الکبریٰ'' کے ترجمہ میں یہ شکل نہ تھی کہ مجھے اس کے بیچنے کی فکر تھی۔ میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید آپ کا ادارہ طٰہٰ حسین کی اور کتابوں کا ترجمہ بھی شائع کرنا چاہے گا تو اس صورت میں اسے کیا کرایا ترجمہ مل جائے گا اور معاوضہ بھی بہت کم دینا پڑے گا۔ شائع وہ بہرحال مترجم کے نام سے ہوگا۔ میں نے محض اس لئے کہا تھا کہ ہمارے ہاں اس کی اشاعت میں وقت لگ جائے گا۔ گر کر کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔

لغات القرآن میں آپ کا یا اپنوں میں سے کسی اور کے نام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نام دینے کا سوال صرف اس مصلحت کی بنا پر سامنے آیا تھا جس کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ جب اس قسم کا آدمی نہیں مل سکا تو پھر کسی کے نام دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ کو تکلیف دینے سے میرا مطلب اتنا ہی ہے کہ مجھے اس کا اطمینان ہو جائے گا کہ اپنوں میں سے کسی نے اسے ایک نظر دیکھ لیا ہے۔ بعینہٖ جس طرح کتاب کے پروف ایک سے زیادہ نگاہوں سے گزر جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس میں جہاں تک لغت کا حصہ ہے وہ بڑی احتیاط سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں شاید ہی کوئی مقام تصحیح طلب نکلے۔ باقی رہا اس کا قرآنی حصہ تو اس سے بالکلیہ شاید کوئی بھی متفق نہ ہو۔ اس میں میں اپنوں سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے ذہن میں کس قسم کے اعتراضات آتے ہیں۔

میں نے اس وضاحت کو اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آپ کے سامنے پوزیشن صاف ہو جائے۔ آئندہ ہفتہ مسودہ کے شروع کے چند اوراق بھیجوں گا۔ مقدمہ ابھی تک میں نے نہیں لکھا۔

۴۔ ضمناً علیم اللہ صدیقی صاحب نے النظم الاسلامیہ کا ترجمہ تو مدت ہوئی (ہندوستان سے) شائع کیا تھا۔ کیا اب اس مطبوعہ ترجمہ پر نظر ثانی کر رہے ہیں؟

۵۔ مولانا شمس الضحیٰ صاحب کے نام پرچہ جاری کرنے کے لئے کہہ دیا جائے گا۔

۶۔ سیرت نبوی پر آپ کا کچھ لکھنے کا خیال بہت مبارک ہے۔ لیکن (چوں کہ آپ میری بے باک جرأت کو قابل عفو قرار دے دیا کرتے ہیں اس لئے مشورۃً عرض کروں گا کہ) آپ جب تک موجودہ ادارہ میں ہیں اگر آپ اپنے آپ کو ادبی قسم کی چیزوں تک محدود رکھ سکیں تو یہ بہتر ہوگا۔ ان چیزوں پر آپ صرف اس وقت لکھئے جب آپ بالکل آزادانہ قلم اٹھا سکتے ہوں۔ موجودہ حالات میں آپ کو ان موضوعات پر جو کچھ لکھنا پڑا ہے اس میں سے بہت سا حصہ آپ (ادارہ کے بعد) شاید خود ہی ضائع کر دیں گے لیکن اس دوران میں یہ آپ کے نام کی

نسبت کی وجہ سے نقصان پہنچا چکا ہوگا۔

میں ایسی باتیں بڑی ہی جرأت سے لکھ دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی نگاہ میرے قلم پر نہیں میرے قلب پر ہوتی ہے۔ عرشی صاحب اب اچھے ہیں۔

والسلام

پرویز

۲۹/۱۱

☆☆☆

دیگر موضوعات سے متعلق خطوط

جناب پرویز صاحب بنام جعفر شاہ صاحب

(۱)

محترمی! سلام مسنون، گرامی نامہ ملا۔ میں عرشی صاحب کی وساطت سے آپ کی خیریت دریافت کرتا اور سلام پہنچاتا رہا تھا۔ براہ راست خیریت کا معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ اب راولپنڈی میں ہیں۔

۲۔ نصب العین کے متعلق آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ موضوع ایسا نہیں جس پر ضمناً وسبقاً گفتگو کی جائے۔ یہ بڑا اہم موضوع ہے اور مستقل بحث کا محتاج۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ آپ قرارداد کے تذکرہ کے بغیر مستقلاً اس عنوان پر تفصیل سے لکھئے۔ اس سے بات کا سلسلہ چھڑ جائے گا۔ شاید بہتر نتائج سامنے آ جائیں۔ بات بڑی اہم ہے کہ مسلمان کا نصب العینِ حیات کیا ہے۔

باقی دوتین باتیں جن کا ذکر آپ نے فرمایا ہے میں نے مدیر طلوع اسلام سے کہا ہے کہ انہیں آئندہ پرچہ میں لے آئے۔

۳۔ کتابت کی غلطیوں کی طرف آپ کے توجہ دلانے کے لئے شکرگزار ہوں۔ لیکن آپ کاتبوں سے واقف ہی ہیں۔ خدا کرے وہ ہماری خاطر اپنی روش میں تبدیلی پر آمادہ ہو جائیں۔ میری اپنی حالت یہ ہے کہ قریب آٹھ ماہ سے علیل ہوں۔ کمر میں درد ہے، بیٹھنے اور لکھنے سے معذور، آٹھ ماہ کے بعد یکم دسمبر سے پھر دفتر گیا ہوں۔ اس لئے کہ رخصت ختم ہوگئی تھی۔ اب بھی بالکل اچھا نہیں ہوں۔ یہ خط بھی بمشکل لکھ رہا ہوں۔ جب کچھ لکھنا ہوتا ہے تو لیٹے لیٹے املا کرا دیتا ہوں اور اس کے بعد اس کی صورت اسی وقت دیکھنی نصیب ہوتی ہے جب وہ چھپ کر سامنے آ جاتا ہے۔ کتابت کی غلطیوں کے معاملے میں میں بہت حساس واقع ہوا ہوں لیکن قہر درویش بجان درویش سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ مجھے آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔

والسلام

پرویز

۹/ دسمبر

☆☆☆

(۲)

محترمی سلام مسنون!

آپ کا کارڈ اور اس کے بعد لفافہ بغیر بیرنگ ہوئے مل گیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا پہلا لفافہ یہاں سے بیرنگ ہو کر واپس نہیں گیا۔ میں اکثر دوستوں کو اہم خطوط بیرنگ بھیجنے کی تاکید کیا کرتا ہوں کیونکہ اس ''لالچ'' میں ڈاک والے خط یقینی طور پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے میرے ہاں بیرنگ خط کا آنا اور وصول کیا جانا ''خوارقِ عادات'' میں سے نہیں ہے۔ ڈاک خانہ کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ چاہیں تو بیرنگ خط مکتوب الیہ کے بجائے بھیجنے والے کی طرف ہی لوٹا دیں۔ غالباً آپ کے خط کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ یہ طولانی تمہید اس لئے لکھنی پڑی کہ آپ آئندہ اہم خطوط بے شک بیرنگ بھی کریں۔

۲۔ آپ کا مقالہ طلوعِ اسلام والوں کو دے دیا ہے۔ مناسب نوٹ کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔ سلسلہ اچھا چھیڑا گیا ہے۔ خدا کرے کوئی کام کی بات سامنے آئے اگرچہ اس قوم سے جس نے صدیوں سے سوچنا چھوڑ رکھا ہے اس کی توقع کم ہے۔

۳۔ آپ ''حسبنا کتاب اللہ'' پر ضرور لکھئے۔ یہ ایک اہم خدمت ہوگی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنی زندگی میں قرآن اور احادیث کا صحیح صحیح مقام متعین کرنے اور اس تعین کی نشر و اشاعت میں کامیاب ہو جائیں تو میں اسے مسلمانوں کی تاریخ میں سنگ میل سمجھوں گا۔ اس سے راہ گم کردہ قافلہ کا پھر سے جانب منزل رخ پھیر لینے کا امکان ہے۔

۴۔ افسوس ہے کہ صحت میری اچھی نہیں ہوئی۔ احباب کی نیک آرزوئیں بہت ہمت بندھاتی رہتی ہے۔ میں بہتر ہوں۔ خدا کرے آپ اب مع الخیر ہوں۔

والسلام

پرویز

۹/ جنوری ۱۹۵۱ء

☆☆☆

(۳)

محترمی، السلام علیکم۔ ابھی ابھی آپ کا گرامی نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے کتاب کو مفید پایا۔ انسانی تصانیف کی خامیاں تجربہ کے ساتھ دور ہوتی رہتی ہیں۔ یہ خصوصیت تو صرف وحی کو حاصل ہے کہ وہ پہلے ہی ان تمام اسقام سے پاک ہوتی ہے۔

۲۔ میں نے اردو عبارت کے محاورات وغیرہ کے متعلق کبھی دردسری مول نہیں لی۔ زیادہ توجہ اظہار مطلب پر دیتا ہوں۔

مغربی فلاسفرز جس باب میں زیادہ آگے ہیں اس کا تعلق فلسفہ مابعد الطبیعیات سے ہے۔ اسے اپنی کتاب میں جگہ ہی نہیں دی۔ اس لئے کہ اس کتاب کا تعلق

انسانی زندگی کے مسائل (Problems) سے ہے اور مابعدالطبیعیات کی بحثیں نظری ہوتی ہیں۔ جس جس گوشے کے متعلق میں نے کتاب میں اقتباسات دیے ہیں ان میں ان اقتباسات سے آگے میری نظر سے کچھ نہیں گزرا۔ قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان مفکرین کا فقط رعب ہی رعب ہے۔

۴۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ میں تین چار سال سے اس کوشش میں ہوں کہ یہاں سے مستقل طور پر اٹھ کر مغرب میں جا بسوں اور باقی کام وہاں جا کر کروں۔ لیکن کوئی ملک قبولت میں نہیں۔ وما ھم بخارجین من النار کی عملی تفسیر سامنے آرہی ہے۔ یہاں بیٹھ کر وہاں کے مریض کا علاج محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اور اس کے لئے میرے پاس وسائل وذرائع نہیں۔ مجھے بھی اس کا یقین نہیں کہ ان کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں نے بہت سی اندرونی کشمکش مول لے لی ہیں اور اس طرح اس قسم کی غیر اختلافی کوششیں بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ اس قسم کی غیر اختلافی کتابیں لکھنے والے شاید اور بھی نکل آئیں لیکن جو کچھ اختلافی باتیں میں کہہ گیا ہوں ان کا کہنے والا شاید کوئی اور نہ مل سکے۔ میرے نزدیک زیادہ اہمیت انہی کو حاصل ہے۔

محترم عرشی صاحب سے بعد سلام مسنون عرض کردیں کہ

۱۔ میں امید ہے اس ہفتے اپنے نئے مکان میں منتقل ہوجاؤں گا۔

۲۔ اپریل میں دو تین ماہ کے لئے کہیں باہر جانے کا پروگرام ہے اس وقت لاہور آنے کا ارادہ ہے۔

۳۔ میں لاہور کے اشد مخالفین سے تو نہیں گھبراتا البتہ مخلص فدائیوں کے سلسلے میں ضرور سوچتا ہوں کہ ''مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے''۔

احباب آپ دونوں کو بہت بہت یاد کرتے ہیں اور درگاہ شریف کی اتواری قائمہ میں آپ کو ضرور شریک کرلیتے ہیں۔ ان کی طرف سے سلام قبول فرمائیے۔

والسلام

پرویز

۲۲/۲

☆☆☆

(۴)

محترمی، السلام علیکم! گرامی نامہ ملا جس کی شگفتگی وشادابی، تبسم ریزی وقہقہہ باری سے آپ کی صحت اور اطمینان کا اندازہ ہوگیا۔ فالحمدللہ غفرانک میں ذرا اصلاحی صاحب سے اپنی ملاقات کی تفصیل لکھنے والا تھا اب آپ کے مطالبہ کی تعمیل میں مجھے دوہرا ثواب ملے گا۔ میں نے اصلاحی صاحب کو خط لکھ دیا تھا کہ وہ کراچی میں

میرے ہاں قیام فرمائیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ اس خط کا جواب نہیں ملا تھا۔ ۲۵/ جنوری کی صبح کمیشن کی میٹنگ تھی۔ وہاں پہنچنے پر میں نے ان کا استقبال کیا۔ گلے لگ کر ملے۔ سب سے پہلے معذرت چاہی کہ میرے خط کا جواب نہ دے سکے کیوں کہ وہ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ میں نے اپنی پیشکش کو دہرایا تو فرمایا کہ ان کے ایک قدیمی دوست یہاں ہیں جن کے ہاں وہ اپنے اعزہ کی موجودگی کے باوجود قیام کیا کرتے ہیں۔ اب بھی انہی کے ہاں فروکش ہیں۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو وہ میرے ہاں آجاتے۔

میٹنگ میں کسی کی طرف سے بھی ایسی بات نہیں ہوئی جو کسی کے لئے دل شکنی کا موجب ہوتی۔ میٹنگ کے بعد میرے ایک دوست کی گاڑی آئی ہوئی تھی۔ اصلاحی صاحب بھی اس میں بیٹھ گئے۔ اپنی گزشتہ زندگی کی باتیں سناتے رہے۔ آخر میں میں نے کہا کہ میرے گھر قیام کی صورت ممکن نہیں تو کسی وقت کھانے پر تشریف لے آئیں کچھ مزید باتیں ہوں گی۔ انہوں نے میرا ٹیلی فون نمبر لے لیا کہا کہ پروگرام دیکھ کر بتاؤں گا۔

دوسرے دن پھر میٹنگ میں ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے کہ رات مودودی صاحب آرہے ہیں' اس سلسلے میں میری مصروفیتیں بہت بڑھ گئی ہیں اس لئے اب کہہ نہیں سکتا کہ تمہارے ہاں آنے کا وعدہ پورا کرسکوں گا یا نہیں۔

وہ میرے ہاں آنہیں سکے۔ اس کے بعد ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ میٹنگ سے فارغ ہونے کے بعد بھی خوش اسلوبی سے مل کر گئے تھے۔ بس یہ ہے مختصر سی داستان اس ملاقات کی۔

سوالنامہ بھیجنے کا فیصلہ اچھا ہے' اس کے جوابات کا بھی مجھے اندازہ ہے۔ سوالنامہ ابھی مرتب نہیں ہوا۔ مرتب ہونے پر کمیشن کے ممبران کو بھیجا جائے گا۔ ان کی تصویب کے بعد پھر شائع ہوگا۔ اس لئے ابھی اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ آپ کے ذہن میں جو خاص سوالات ہیں ان سے مجھے مطلع فرمائیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں شامل ہو جائیں۔ سوالنامہ صرف ''کتاب و سنت'' کے متعلق ہوگا۔ اصلاحی صاحب کا ایک خط نوائے وقت کی دو تین اشاعتوں میں شائع ہوا ہے جو انہوں نے دسمبر ۱۹۵۶ء میں جائزہ کمیٹی کی کارروائی کے بعد امیر جماعت اسلامی کو لکھا تھا۔ اگر آپ کے پیش نظر وہی خط ہے تو اسے میں نے دیکھ لیا تھا۔ اگر یہ خط کوئی اور ہے تو مجھے بھیج دیں۔ میں دیکھنے کے بعد واپس بھیج دوں گا۔

آپ کے خط کے ساتھ ہی عزیزی خورشید کا خط ملا ہے کہ لغات کا مسودہ انہوں نے مجھے بھیج دیا ہے۔ امید ہے کل تک مل جائے گا۔ کل میں آپ کو مزید مسودہ بذریعہ ڈاک بھیج دوں گا۔ یہ امر موجب صد اطمینان ہے کہ آپ

کو اس مہینے وقت مل رہا ہے لیکن یہ چار بجے شب تک جاگنے کی مہم سمجھ میں نہیں آئی۔

اور ابھی آپ کو شبہ ہے کہ آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا!

خط لکھ چکا تھا کہ یاد آیا کہ آپ کو تاج العروس کا اقتباس بھیجنا ہے۔ اب اس کے لئے خط روکنا نہیں چاہتا۔ کل مسودہ کے ساتھ ہی اسے بھی بھجوا دوں گا۔ کاتب سے نقل کرا کر بھیج دوں گا۔ میں تو شارٹ ہینڈ میں لکھتا ہوں۔ اس پر بھی دماغ کو شکایت رہتی ہے کہ ہاتھ اس کا ساتھ نہیں دیتا۔

عزیزہ صائمہ بیٹی کو ہمارا بہت بہت سلام پہنچا دیں۔ مجھے اس کا مستقبل بڑا تو انا نظر آ رہا ہے۔

اتواری برادری ہمیشہ کی طرح آپ کو یاد کرتی رہتی ہے' لیکن اب تو میں خود ہی یہاں سے جلد آؤں گا۔ لاہور آ کر سناؤں گا کہ میری کیبنٹ میں اب کیا کچھ بند ہے۔ دل ستاں اور رقص آور' سلام۔

والسلام
پرویز
۹/۱

☆☆☆

(۵)

۲۳/۱ فاؤلر لائن' کراچی

محترمی' السلام علیکم! یہ خط آپ کے مضمون کی رسید میں لکھ رہا ہوں۔ آپ نے ''من وراء حجاب'' کی جو تفسیر کی ہے وہ ہے تو دل لگتی لیکن مجھے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کے دیگر مقامات میں وہ کس طرح فٹ بیٹھتی ہے۔ اس وقت ایک ضروری کام کے لئے ڈھاکہ جانے کے لئے ٹکٹ بدست بیٹھا ہوں۔ واپسی پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچوں گا۔ الہام کے معاملہ میں آپ میرے خیالات سے واقف ہیں۔ حدس کی حد تک تو میں جانے کے لئے تیار ہوں کہ وہ عقل ہی کی ایک بڑھی ہوئی شکل ہوتی ہے۔ لیکن الہام کو میں ختم نبوت کا نقیض سمجھتا ہوں۔ بہر حال یہ جداگانہ بحث ہیں۔

دوسرا مضمون جو ذہن میں ہے اسے ضرور لکھئے۔

جماعت اسلامی کے کئی کئی بہتانوں کا جواب دیتا ہوں یہاں تو آئے دن ایک نیا شگوفہ پھوٹتا ہے مشکل یہ ہے کہ ان کے ''شطونگڑے'' (شیطان کی پنجابی تصغیر) اتنے ہیں کہ ہر طرف سے کائیں کائیں شروع کر دیتے ہیں۔ بہر حال میری ان سے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں۔ مجھے قرآن کی بات کہے جانا ہے خواہ میری ذات کے متعلق یہ کچھ ہی کہتے رہیں۔ اللہ المستعان۔

عرشی صاحب کی مدت سے خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ خدا کرے وہ اچھے ہوں۔

والسلام
پرویز
۱۱/۵

مکرر۔ایک ''پنجتن'' نے تو تیرہ سو برس سے امت سے یہ کچھ کیا ہے۔اب آپ نے اکٹھے چار جمع کرائے' یہ قرب قیامت کی نشانیاں ہیں!!

☆☆☆

(۶)

محترمی! السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ معہ مضمون مل گیا ہے۔جس نکتہ کو آپ نے اس میں بیان فرمایا Progressive ہے میں قریب دو سال پہلے اسے لکھ چکا ہوں۔اس کی مزید تشریح میری کتاب ''نظام ربوبیت'' میں ملے گی جو اشاعت کے لئے تیار رکھی ہے۔

۲۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ یہ مضمون آپ کے نام سے شائع ہوگا یا کسی ''قلمی'' نام سے۔

۳۔ جولائی کا طلوع اسلام تو کئی دنوں سے پریس میں جا چکا تھا۔اب یہ اس کے بعد ہی شائع ہو سکے گا۔

۴۔ آپ کے خط میں ایک دو ٹکڑے بالکل ''مولویانہ'' ہیں جس کی مجھے آپ سے توقع نہ تھی۔اس لئے کہ میں آپ کو مولوی سے بہت اونچا سمجھتا ہوں۔

والسلام

پرویز

۲۵/۶

مکرر۔یہ خط پوسٹ نہ کیا جا سکا کیوں کہ آپ نے خط میں اپنا پتہ نہیں لکھا تھا۔آج عرشی صاحب تشریف فرما ہوئے تو انہیں آپ کا خط اور مضمون بھی دکھا دیا اور پتہ بھی معلوم کر لیا۔لہٰذا جواب میں تاخیر ہوگئی۔

والسلام

پرویز

۲۷/جون

☆☆☆

(۷)

غلام احمد پرویز

۲۳/۱ فاؤلر لائنز نپئیر بارکس' کراچی

محترمی شاہ صاحب!

السلام علیکم!

گرامی نامہ کے لئے شکریہ۔آپ کا مقالہ میں دفتر طلوع اسلام میں کتابت کے لئے بھیج چکا تھا۔محترم عرشی صاحب نے فرمایا تھا کہ اسے فرضی نام سے شائع کیا جائے۔اب میں انہیں کہہ رہا ہوں کہ اس پر آپ کا نام دے دیا جائے۔

طلوع اسلام کے ابتدائی ایام میں میں نے روس کے خلاف ایک مضمون ضرور لکھا تھا۔اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس کے بنیادی خطوط کیا تھا۔لیکن یہ ضرور ہے کہ میں اس وقت ذاتی ملکیت کے متعلق قرآن کی اس تعلیم کو ہنوز نہیں سمجھ سکا تھا جواب میرے سامنے آئی ہے۔

اب تو آپ میری شائع ہونے والی کتاب ''نظام ربوبیت'' میں دیکھیں گے کہ میں (جیسا کچھ بھی قرآن کو سمجھ سکا ہوں اس کے مطابق) ذاتی ملکیت کا قائل ہی نہیں رہا۔ میں نے جو اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں دو برس پہلے یہی کچھ لکھ چکا ہوں (بلکہ واقعہ یہ ہے کہ چار برس پہلے) تو اس سے صرف یہ کہنا مقصود تھا کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ ذرا اخلاقی جرأت دکھایئے اور اس مقالہ کو شائع کیجئے تو اس میں کسی اخلاقی جرأت کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کیوں کہ یہ چیزیں تو ہمارے ہاں برسوں پہلے سے دی جا رہی ہیں اور یہ کہ اس میں ہم دونوں ہم نوا ہیں۔

آپ کا اور نیازی صاحب کا ''گلہ نامہ'' تو پتہ نہیں کس قدر طول طویل ہو گا لیکن میرا گلہ نامہ بہت مختصر ہے۔ اسے تو سن لیجئے اور نیازی صاحب تک بھی پہنچا دیجئے۔ اور وہ یہ کہ مجھے یہ توقع تھی کہ آپ احباب اس تنہائی کے سفر میں میرے مستقل رفیق ہوں گے لیکن آپ نے اتنا بھی نہ کیا کہ مجھے میری کوتاہیوں سے متنبہ کرتے رہتے۔

محترم عرشی صاحب اچھے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

پھلواری شریف کے پرچہ کے متعلق دفتر طلوع اسلام والوں سے پوچھا ہے۔ پھلواری کا حق تو بہت فائق ہے۔

والسلام

پرویز

☆☆☆

(۸)

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم! ایک عرصہ سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہو سکی۔ عرشی صاحب بھی آج کل وہاں نہیں ورنہ وہی کچھ لکھ دیا کرتے تھے۔ میں اس مرتبہ کچھ زیادہ عرصے تک علیل رہا۔ اب اچھا ہوں۔ آپ نے اس دفعہ گرمیوں میں ادھر کا رخ نہ کیا۔

۲۔ دو ایک ضروری باتیں۔ لاء کمیشن میں دو ایک ریسرچ آفیسرز مقرر کئے جائیں گے۔ تنخواہ تقریباً پانچ صد روپے ماہوار ہوگی۔ کمیشن کا ہیڈ کوارٹر لاہور ہوگا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ جگہ آپ کے لئے موزوں ہوگی تو مجھے مطلع فرمایئے تاکہ میں سلسلہ جنبانی کروں۔ اپنے علاوہ کوئی اور موزوں نام بھی پیش نظر ہو تو مطلع فرمایئے۔

۳۔ ریسرچ آفیسرز کے لئے جن کتابوں کی ضرورت ہوگی میں ان کی ایک فہرست کمیشن کو دینا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کے منگانے کا انتظام کریں۔ کچھ کتابیں میرے پیش نظر ہیں لیکن اس معاملے میں آپ کی نگاہ زیادہ وسیع ہے اگر آپ کچھ اہم کتابیں تجویز کر دیں تو بہت مفید رہے گا۔

میرا اب لاہور منتقل ہو جانے کا پختہ ارادہ ہے۔ غالباً جنوری آئندہ تک وہاں آ جاؤں گا۔ عثمان صاحب میرے ساتھ نہیں آ سکیں گے۔ اس لئے طلوع اسلام کے لئے پھر ایک آدمی کی ضرورت سامنے آ جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ ابھی سے تلاش شروع کر دیجئے۔ مشاہرہ حسب استعداد مقرر کر لیا جائے گا۔ میرا مکان اور دفتر گلبرگ میں ہوگا۔

۴۔ اتواری برادری آپ کو ہمیشہ یاد کرتی ہے۔ آپ آتے تو عجیب و غریب چیزیں پیش کرتا۔

عزیز انشاء کو دعا۔

والسلام

پرویز

۲۰/۸

''ثقافت'' کے دیکھنے سے پھر ایک عرصے سے محروم ہوں۔ آپ کے ہاں یقیناً کوئی صاحب ایسے ہیں جو اسے دانستہ ہم تک نہیں آنے دیتے۔ اس سے دلچسپی آپ کے رشحات قلم کی وجہ سے ہے۔

☆☆☆

(۹)

محترمی شاہ صاحب' السلام علیکم! گرامی نامہ مل گیا تھا۔ امید ہے ایبٹ آباد کی سکون افزا فضاء میں آپ کی طبیعت بحال ہوگئی ہوگی۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

لا کمیشن کی کامیابی کے متعلق میں بھی کچھ ایسا پر امید نہیں ہوں۔ میں نے تو محض ایک موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہاں کر دی ہے۔ اگر کوئی مفید کام کر سکا تو اس میں شریک رہوں گا ورنہ جس دن چاہوں گا الگ ہو جاؤں گا۔ سردست تو ہنگامہ آرائیوں کا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔

لاہور میں عثمان صاحب میرے ساتھ نہیں آ سکیں گے۔ مجھے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہو گی جو پرچہ مرتب کرنے میں میرا ہاتھ بٹا سکے۔ ہمارے مسلک سے متفق ہو اور عربی سے رواں ترجمہ کر سکتا ہو۔

حسن مثنیٰ صاحب بظاہر خشک چوب و خشک پوست سے نظر آتے ہیں لیکن آواز دوست ان میں سے خوب آتی ہے۔ اب اگر ان کے ہاتھ میں مضراب بھی آ گیا ہے تو رگ تار میں خوابیدہ نغمے خوب بیدار ہوں گے۔ میرا سلام انتظار عرض کریں۔

احباب آپ کو ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں۔

عزیزان را دعا!

والسلام

پرویز

۱۸/۹

☆☆☆

(۱۰)

محترمی، السلام علیکم! گرامی نامہ ملا۔ آپ کے مقالہ سے عبارت مذکور میں نے حذف کر دی تھی۔ اس کے متعلق آپ کو اطلاع دینے کا ارادہ تھا لیکن چوں کہ آپ ڈھاکہ تشریف لے جا چکے تھے اس لئے میں نے اسے التواء میں رکھا۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ اس قسم کی اہم باتیں ضمنی طور پر دوسرے مضامین کے اندر نہ آئیں۔ اس عبارت کو حذف کر دینے سے اصل مضمون پر تو کوئی اثر نہیں پڑا لیکن یہ اگر وہاں رہتی اور اس کے متعلق وہاں بحث چھڑ جاتی تو اصل مضمون قارئین کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتا اور ساری توجہ اس نقطہ پر مرتکز ہو جاتی۔ یہ سوال اہم نہیں ہے اور اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے سامنے آنا چاہئے۔ (میں ان حالات کے ماتحت جن کا ذکر ابھی کروں گا نہیں کہہ سکتا کہ اس قسم کے سوالات پر کب تک توجہ دے سکوں گا۔ اگر آپ نامناسب خیال نہ کریں تو اسے اپنے ہاں چھیڑ دیجئے۔ شاید عمدہ نتیجہ نکل آئے)۔

۲۔ سیرت نمبر کے متعلق یہ تو میرا خیال نہیں تھا کہ اس کی ضخامت بہت زیادہ ہوگی (کیوں کہ ہم اس قسم کے زائد اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے) البتہ ارادہ تھا کہ اس کے لئے کچھ اچھی اچھی چیزیں ضرور حاصل کروں گا یا خود لکھوں گا لیکن ہوا یہ کہ ایک مضمون آپ نے بھی، ایک عرشی صاحب نے (اور انہوں نے بھی جس خرابیٔ صحت کا ذکر کرتے ہوئے مضمون بھیجا اس کے پیش نظر مجھے اس وقت تک قلق ہے کہ میں نے انہیں اس کی تکلیف کیوں دی)۔ باقی رہا خود لکھنے کا تو قریب ایک ماہ پیشتر سے میں کچھ ایسی پریشانیوں کا شکار ہوتا رہا جن کے پیش نظر سکون سے بیٹھ کر لکھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ (آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ میں اپنے سابقہ مکان سے نکال دیا گیا ہوں، اور ابھی تک حالت یہ ہے کہ دن ایک دوست کے ہاں بسر کرتا ہوں اور رات ایک اور کے ہاں) ان حالات میں سوائے سلیم کے نام ایک خط کے اور کچھ نہ لکھ سکا۔ ''صبح بہار'' کا پرانا ٹکڑا معراج انسانیت سے نکال کر دے دیا تھا۔ یہ کتاب بہت عرصہ پہلے لکھی تھی۔ (اس زمانے میں بعض خاص مقامات پر مجھ پر خطابت کا رنگ غالب آ جایا کرتا تھا۔ اب میں نے اس انداز کو ترک کر دیا ہے اگرچہ بعض مقامات پر اس کی افادیت کا ابھی تک معترف ہوں۔) باقی رہا اس آیت کا ترجمہ سو اول تو وہ ترجمہ نہیں مفہوم ہے۔ اس میں مستغنہ کا ترجمہ آیا ہی نہیں۔ زمین کی سیرابی، فانزلنا بہ الماء سے لی گئی ہے۔ (بہرحال یہ میں نے ضمناً عرض کیا ہے)۔

آپ نے فیض الاسلام قسم کے پرچوں کے سیرت نمبر کی ضخامت کا ذکر کیا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آپ جیسے دیدہ ور نے یہ تقابل کس طرح مناسب سمجھا؟

آپ سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ اگر آپ مروجہ مذہب و مروجہ تصورات کے مطابق مضامین اکٹھے کرنا چاہیں تو سیرت نمبر کے ضخیم مجلدات مرتب کر سکتے ہیں لیکن ذرا سوچئے تو سہی کہ مروجہ عقائد وتصورات سے ہٹ کر لکھنے والے آپ کو کتنے مل سکتے ہیں۔ پاکستان بھر میں دیکھئے' ابن آدم' ابن اسلام' یا مولانا تمنا سے آگے کوئی اور بھی دکھائی دیتا ہے۔ ان حالات میں ضخیم پرچے کس طرح مرتب ہو سکتے ہیں' ضخیم تو ایک طرف میرا تجربہ تو یہ رہا ہے اور آپ تو اس کے شاہد ہیں کہ طلوع اسلام کے لئے معقول معاوضہ کے باوجود آج تک کوئی رفیق کار نہیں مل سکا۔ روش عامہ سے ہٹ کر چلنے والوں کے ساتھ یہی کچھ ہوا کرتا ہے۔

۳۔ میں اپنی علالت اور مذکورہ صدر پریشانیوں کی وجہ سے ڈھاکہ نہ جا سکا۔ اس کی اطلاع ڈاکٹر محمود صاحب کو دے دی گئی تھی۔ نہ معلوم ان تک میرا خط کیوں نہ پہنچا؟ اس کا مجھے افسوس رہا کہ آپ کی اور محترم مولانا صاحب کی ملاقات سے محروم رہ گیا۔

آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ ''آپ کو ڈھاکہ میں یہ کچھ نصیب ہو گیا'' ہمیں تو وہاں ''کٹھل'' کے سوا کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

کراچی کے احباب آپ کو ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اتواری کھانے میں گاتے ہیں' بجاتے ہیں اور اس کا ثواب آپ اور عرشی صاحب کی روح کو پہنچا دیتے ہیں۔

عزیزان کو دعا۔

والسلام

پرویز

۸/۹

☆☆☆

حکیم محمد حسین عرشی صاحب کے دو اہم خطوط پرویز صاحب کے نام

باسمہٖ تعالیٰ

مخدومی! وعلیکم السلام۔ اس خبر سے خوشی ہوئی کہ آپ اچھے ہیں اور مزید خوشی ہوئی کہ تبویب القرآن کی طباعت تکمیل کو پہنچ چکی ہے یہ ایک عظیم کارنامہ ہے قرآنیات کے سلسلے میں۔۔ آپ کی خاص تصانیف انسان نے کیا سوچا' نظام ربوبیت اور لغات القرآن کی صف میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہو گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرا وہی ذہن ''فی کل واد'' گھومنے لگا۔ مولوی ثناء اللہ اور مولانا ظفر علی خاں کثیر التصانیف اور غیر معمولی شہرت پانے کے وجود عبرت انجام بن گئے۔ اور علامہ شبلی' سرسید' مرزا قادیانی ایسی اساس رکھ گئے کہ نام اور کام دونوں چل رہے ہیں۔ مودودی صاحب کا سلسلہ بھی ایسا ہی ''چالو'' دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی تصانیف آپ کی عمر

بھر کی عدیم المثال کمائی ہیں ان کا انجام معتزلہ کی تصانیف (سا) نہیں ہونا چاہئے۔کوئی ٹرسٹ وغیرہ کی قسم کی باڈی بنا جائیے کہ طلوع اسلام کسی نہ کسی شکل میں نکلتا رہے اور یہ ''جواہرات'' آئندہ نسلوں تک پہنچتے رہیں۔ اقبال کو یہ خصوصی شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے کوئی جماعت نہیں بنائی پھر بھی ہر طبقے کے ملکی و غیر ملکی لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔۔۔ یہ جو میں کہہ رہا ہوں صرف آپ کے سوچنے کی بات ہے۔کوئی دوسرا نہیں سوچ سکتا۔ممکن ہے کہ آپ کی دُور اندیش بصیرت نے پہلے سے سوچ رکھا ہو۔۔لیکن مجھے تو اسی صورت میں تسلی ہو سکتی ہے کہ میرے علم میں بھی آ جائے۔ بلکہ بذریعہ ''طلوع اسلام'' اس کا اعلان بھی ہو جائے تو ذمہ دار افراد اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے لگیں۔اور اپنے آپ کو اس امر اہم کے لئے تیار کریں۔ اگر میں غلط سوچ رہا ہوں تو معافی چاہتا ہوں۔

ایک صحبت میں واحدی مرحوم نے کہا تھا کہ میری اولاد دین دار ہے' لیکن اگر کوئی ایسا نکل آئے جو مشکک ہو تو میں نے اپنی وصیت میں لکھ دیا ہے کہ مودودی صاحب سے مل کر تسلی حاصل کرے۔ وہ فوت ہو چکے ہوں تو ان کی تصانیف دیکھے۔ پھر بھی تسلی نہ ہو تو وہ پرویز صاحب سے ملے۔ وہ بھی موجود نہ ہوں تو ان کی تصانیف پڑھے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں آپ کی اور آپ کی تصانیف کی کتنی قدر و منزلت تھی۔ میں کہتا ہوں انسان نے کیا سوچا؟' لغات القرآن' نظام ربوبیت اور تبویب القرآن کو ضرور زندہ رہنا چاہئے۔ آپ کی تصانیف ''...... کے نام'' بھی زندہ رہنے کے لئے لائق ہیں۔ احباب ادارہ کی خدمت میں سلام۔ اس کے بعد آپ کا پروگرام کیا ہے؟ تفسیر کی تکمیل؟

عرشی معرفت معراج الدین

اڈا قادر آباد' ضلع ساہیوال۔

☆☆☆

باسمہٖ تعالیٰ

5/12/77

برادر عظیم و کبیر چودھری پرویز صاحب! سلام ورحمتہ

فطرت کسی اہم نابغہ کی تخلیق میں صدیاں صرف کرتی ہے۔ یا صدیوں کا فاصلہ وسفر طے کرتی ہے۔ پھر اسے کسی اہم کارنامہ کی انجام دہی کا فریضہ سپرد کیا جاتا ہے۔قرآنی اصطلاح میں ایسے فرد کو مجتبیٰ و مصطفیٰ کہا جاتا ہے یعنی چنا ہوا برگزیدہ۔

میں نے اس شاہ کار عظیم (تبویب القرآن) کی فہرست اور متن کو کہیں کہیں سے دیکھا ہے۔آپ نے ناپیدا کنار سمندر کو سمیٹنے کی جاں کاہ کوشش و کاوش کی ہے۔ اس وقت غالب کا ایک شعر یاد آ رہا ہے پیر طریقت سے سوال و جواب ہو رہے ہیں۔اگر وہ عمر بھر میں صرف ایک یہی شعر کہہ جاتا تو پھر بھی غالبؔ ہی ہوتا! ہر مصرع میں

ایک سوال اور ساتھ ہی اس کا جواب معجزانہ قدرت سے دیا گیا ہے اور سوال و جواب بھی ایسے کہ ایک ایک پر ایک ایک کتاب لکھی جائے۔ آپ کو تو پہلے سے معلوم ہوگا۔ آپ کا مطالعہ بے حد وسیع ہے۔ آپ کی نظر سے کیا اوجھل ہے۔ تاہم مجھے دل کی بات کہنے کی اجازت دیجئے ؎

گفتمش ''ذرہ بخور شید رسد؟'' گفت ''محال''

گفتمش ''کوشش من در طلبش؟'' گفت ''رواست''

آپ نے اپنے ''ہدیہ تشکر'' میں اس نکتے کی تفصیل و اعتراف کمال حسن سے کیا ہے۔ دسمبر کا ''طلوع اسلام'' میرے سامنے ہے۔ یہ عریضہ اسی پر رکھ کر لکھ رہا ہوں۔ عزیزم محمد اسلام کا ''استقبالیہ'' خوب ہے۔ ص ۱۱ پر انہوں نے صرف سنی شیعہ احادیث کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے فرقوں کی احادیث اور ذریعہ اخذِ حدیث کی طرف بھی اشارہ کر دیتے۔ مثلاً صوفیہ کی احادیث لولاک لما خلقت الافلاک انا احمد بلا میم۔ انا عرب بلا عین وغیرہ بہت سی ہیں جو وہ بذریعہ ''خلصہ لطیفہ'' (مراقبے کا ایک طریقہ) خود رسول کریم سے پوچھ کر تصدیق کر لیتے ہیں۔ ص ۱۴ پر آپ کے نام علامہ کے جن خطوط کا ذکر کیا ہے ''مکاتیب اقبال'' میں وہ میری نظر سے نہیں گزرے۔ اگر ان کا فوٹو طلوع اسلام میں محفوظ ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔

بار بار آپ کی عمر و صحت کے لئے دعا مانگتا ہوں۔ احباب ادارہ کی خدمات میں سلام۔

امید ہے کہ میرا سابقہ عریضہ تشکر واصل خدمت ہو گیا ہوگا۔

عرشی

البقعۃ المبارکہ۔ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ

☆☆☆

حکیم عرشی امرتسری کے نام
جناب پرویز صاحب کے خطوط

محترمی، سلام مسنون۔ سید جعفر شاہ صاحب نے ایک مضمون ارسال فرمایا تھا۔ میں نے اپنے خط میں اس مضمون کے بعض مقامات کے متعلق مزید توضیح چاہی۔ انہوں نے اس کا جواب بھیجا ہے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا مضمون (اور) یہ خط و کتابت آپ کو بھیج دی جائے لہٰذا ازرہ امتثال اور یہ تمام کاغذات ارسال خدمت ہیں۔

۲۔ میں نفسیاتی طور پر سید صاحب کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ ذہنی طور پر وہ حدیث سے متعلق اپنے سابقہ مقام سے ہٹ چکے ہیں لیکن عمر بھر کے مسلک کے ماتحت جو اثرات ان کے عمق قلب میں تہہ نشین ہیں ان کے نکلنے کے لئے وقت درکار ہے۔ لہٰذا وہ اس وقت ذہن اور نفس غیر شعوری کی کشمکش میں گرفتار ہیں اور اس کے لئے غیر شعوری طور پر آسرے تلاش کر

رہے ہیں۔ مجھ پر یہ کیفیات خود گزر چکی ہے اس لئے میں ان کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہوں۔ اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ آپ کے مضمون کی رسید پہلے بھیج چکا ہوں جناب۔ والسلام

پرویز

۴/ مارچ

☆☆☆

(۲)

برادر محترم عرشی صاحب! السلام علیکم!

نومبر کے پرچہ کے لمعات میں آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ اب قرآنی فکر کی نشر و اشاعت کے تیز تر کرنے کی اسکیم میرے پیش نظر ہے۔ اس کے لئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ شروع سال سے طلوع اسلام کو ہفتہ وار کر دیا جائے۔ اس کے لئے مجھے ایک اور رفیق کی ضرورت ہو گی۔ مجھے سید جعفر شاہ صاحب کا اسلوب نگارش پسند ہے۔ ویسے بھی ان کی نگاہ صاف ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان کی طبیعت کا کیا رنگ ہے۔ میرے ساتھ جس قسم کا آدمی چل سکتا ہے اس کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔ شاہ صاحب کے متعلق آپ سے بہتر رائے کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اس بارے میں آپ سوچ بچار کے بعد مجھے قطعی الفاظ میں لکھئے کہ (۱) کیا آپ کے نزدیک شاہ صاحب میرے ساتھ کام کر سکیں گے؟ (۲) کیا آپ انہیں علاوہ دوسرے کاموں کے جو میرے ساتھ مل کر کرنے ہوتے ہیں ہفتہ وار طلوع اسلام میں کام کرنے کے لئے موزوں سمجھتے ہیں؟ (۳) اگر ان دونوں سوالوں کا جواب اثبات میں ہو تو شاہ صاحب کس بدل خدمت پر کراچی آ جانے پر تیار ہوں گے؟ آپ اپنے طور پر طلوع اسلام کی اسکیم کے حوالہ سے شاہ صاحب سے بھی بات کر سکتے ہیں۔ ''اپنے طور'' میں نے اس لئے کہا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ اگر یہ معاملہ آگے نہ چلے تو انہیں کسی قسم کی کبیدگی پیدا ہو۔ مجھے جلدی جواب دیجئے گا۔

پرویز

۸/۱۱

اگر آپ کے نزدیک شاہ صاحب موزوں نہ ہوں یا وہ آپ کے خیال میں آنے پر آمادہ نہ ہوں تو پھر یہ فرمائیے کہ آپ کی نگاہ میں کوئی اور موزوں آدمی بھی ہے جس کی ادبی اور علمی خصوصیات وہی ہونی چاہئے جو شاہ صاحب کی ہیں۔

ضمناً آپ نے فیض الاسلام کے نومبر کے پرچے میں اپنی یادوں کی تمہید میں جو قرآنی آیت لکھی ہیں میرے نزدیک اس کا مفہوم وہ نہیں ہے۔ یستمعون القول میں القول سے مراد خود قرآن کریم ہے اور فیتبعون احسنہ کے معنی یہ ہیں کہ جن امور کو اس نے حسنہ قرار دیا ہے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ بہرحال یہ بات ضمناً سامنے آ گئی تو میں نے عرض کر دی۔ خانقاہ میں آپ کی یاد ہمیشہ رہتی ہے اور اتواری برادری آپ کو سلام کہتی ہے۔

والسلام

پرویز

۸/۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب خالد مقبول صاحب گورنر پنجاب لاہور

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ'

عنوان = دیہات کی بات

جناب والا! خط کی ابتداء ''برنارڈ شا'' کے ایک قول سے کرتا ہوں۔

''اپنی صحت وتندرستی کے لئے شام کو فٹ بال' ٹینس اور پولو کھیلنے والو! تم دیہاتوں میں جا کر ان غریب کسانوں کا ہاتھ کیوں نہیں بٹاتے جن کے جسم محنت کی زیادتی سے چور چور ہو رہے ہیں''۔

بات اس سے بہت آگے جانی چاہئے۔ کیونکہ پاکستان اب ''اسلامیہ جمہوریہ پاکستان'' کہلاتا ہے۔ گویا اس میں مفادِ ہمہ (جمہوریت) اور اسلام (قرآن) کے جذبۂ خدمت۔ ایثار اور دوسروں کے لئے وقت۔ سرمایہ اور محنت کی قربانی کا عنصر بدرجۂ اتم موجود ہونا چاہئے۔ یہی نیکی کی روح اور مومن کی شان ہے۔ حضورِ والا! لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مری کے دیہات میں خرید وفروخت کی ایسی لہر آئی ہے کہ مالکان اراضی نے شاملات دیہہ کو فروخت کرنا شروع کر دیا ہے جس پر اہل دیہات کی گزر بسر تھی۔ پتے' چارہ۔ سوختنی لکڑی۔ عمارتی لکڑی اور گھاس وغیرہ سب شاملات دیہہ سے لیتے تھے۔ مالکان اراضی نے غیر مالکان کو نہ صرف یہ کہ اپنے حقوق سے محروم کیا بلکہ غیر مالکان کو بے دخل کرانا شروع کر دیا ہے۔ اس سے بے چینی کی جو لہر پیدا ہوگی وہ بھی حکومت کے پلڑے میں ڈالی جائے گی۔

عالیجاہ! کروڑوں روپے درختاں والا رقبہ فروخت کیا جا رہا ہے۔ جس سے مری کا حسن اور ماحولیاتی زاویہ مزید تباہ ہو جائے گا۔ اگر آپ ایسے رقبہ جات کا معائنہ فرمائیں تو انگشت بدنداں رہ جائیں اور شاید ایسے رقبہ جات کو حکومت خرید کر اپنی تحویل میں لے لے۔

حضور والا! 200 سال سے قابض مزارعین کا متفقہ مطالبہ ہے کہ

(۱) قابض مزارعین کو بھی شاملات دیہہ سے حق دلایا جائے۔

(۲) انہیں جبری بے دخل نہ کیا جائے۔

(۳) ہماری سوچ کی غایت الغایات یہ ہے کہ ''الارض للہ'' کا قانون نافذ کیا جائے تاکہ تمام کسان اللہ جل جلالہٗ کے مزارعین بن کر رہیں اور ''عشر'' ادا کریں۔ والسلام۔

ملک حنیف وجدانی۔ صدر باغبان ایسوسی ایشن۔ سنبل سیداں۔ نیومری۔